باب 3

شخصی زندگی (فرد)

سوال: تقویٰ کا معنی و مفہوم اور اس کے درجات بتلایئے نیز تقویٰ کی حدود واضح کیجئے۔

جواب

تقویٰ: معنی و مفہوم اور درجات و حدود

تقویٰ کا معنی و مفہوم:

لغوی معنی: تقویٰ کا لغوی معنی ہے پرہیز کرنا' بچنا' ڈرنا' خوف کھانا' بچاؤ کرنا' محفوظ کرنا' اجتناب کرنا' حفاظت کرنا وغیرہ۔

اصطلاحی مفہوم: اصطلاح شریعت میں اللہ سے ڈرتے ہوئے اس کے احکام کا ماننا' جن چیزوں سے اس نے منع کیا ہے ان سے رکنا اور جن امور کا اس نے حکم دیا ہے ان کو بجالانا تقویٰ ہے۔

مثال کے ذریعے مزید وضاحت:

حضرت عمر فاروق ؓ نے ایک دفعہ حضرت کعب الاحبارؓ سے پوچھا: تقویٰ کیا ہے؟ حضرت کعب الاحبارؓ نے جواب میں حضرت عمر فاروق ؓ سے سوال کر دیا کہ کیا آپ کبھی کسی خاردار راستے سے گزرے ہیں؟ حضرت عمر فاروقؓ نے فرمایا: ہاں! کئی دفعہ۔ حضرت کعب الاحبارؓ نے دوبارہ دریافت کیا کہ آپ ایسے راستے سے کس طرح گزرتے ہیں؟ حضرت عمر فاروق ؓ نے فرمایا: دامن کو سمیٹ کرتا کہ کانٹے نہ چبھ جائیں۔ حضرت کعب الاحبارؓ نے فرمایا: یہی تقویٰ ہے۔ گویا حضرت کعب الاحبارؓ نے واضح فرمایا کہ یہ دنیا ایسے ہی ہے کہ جیسے خاردار راستہ ہو' دنیا کی الائشیں اور نفسانی و دنیاوی خواہشات اور گناہ وہ کانٹے ہیں کہ جو دامن کو تار تار کرنے کے لیے بکھرے پڑے ہیں' ان الائشوں اور نفسانی و دنیاوی خواہشات اور گناہوں سے بچ کر گزر جانا تقویٰ ہے۔

تقویٰ کے درجات:

علماء نے تقویٰ کے تین درجات ذکر کیے ہیں:

1- ادنیٰ درجہ: تقویٰ کا ادنیٰ درجہ یہ ہے کہ انسان اس حد تک گناہوں سے بچ جائے اور اعمال صالح کرلے کہ یہ اس کے لیے جہنم سے بچاؤ کا ذریعہ بن سکے۔

2- اوسط درجہ: تقویٰ کا اوسط یا درمیانہ درجہ یہ ہے کہ انسان کبیرہ گناہوں سے تو بہر حال اجتناب کرے اور صغیرہ گناہوں میں بھی سرکشی نہ اختیار کرے یعنی ان پر اصرار نہ کرے۔

3- اعلیٰ درجہ: تقویٰ کا اعلیٰ درجہ یہ ہے کہ انسان ہر قسم کے صغیرہ و کبیرہ گناہوں سے مکمل اجتناب کرے۔ تقویٰ کا یہ اعلیٰ ترین درجہ بہت کم لوگوں کو نصیب ہوتا ہے۔

تقویٰ کی حدود:

تقویٰ کے معاملہ میں افراط و تفریط دونوں خطرناک ہیں۔ تقویٰ میں اس حد تک بڑھ جانا بھی غلط ہے کہ جو رہبانیت کی طرف

www.downloadclassnotes.com

لے جائے اور اس حد تک نرمی بھی درست نہیں کہ مشکوک اور مشتبہ اشیاء کا بھی بلا دریغ استعمال کرنا شروع کر دیا جائے۔ اسلام دین فطرت ہے اور اسلام نے اپنے ماننے والوں کو فطرت کے مطابق ہی احکام دیئے ہیں۔ رہبانیت اختیار کر لینا فطرت کے خلاف ہے اور اسلام نے اس کی بجائے تقویٰ کا حکم دیا ہے۔ رہبانیت اور تقویٰ میں فرق یہ ہے کہ رہبانیت کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ بالکل ترک دنیا کو اختیار کر لیا جائے جبکہ تقویٰ ترک دنیا نہیں بلکہ صرف ترک رذائل کا تقاضا کرتا ہے۔ آسان لفظوں میں یوں کہا جا سکتا ہے کہ رہبانیت مکمل طور پر دنیا کی ہر نعمت کو چھوڑ دینا ہے اور تقویٰ صرف گناہوں اور برائیوں کو چھوڑنا ہے۔ دوسری طرف ہر قسم کی کھلی چھٹی اور مشکوک و مشتبہ اشیاء کا استعمال بھی فطرت کے خلاف ہے اور تقویٰ کا تقاضا یہ ہے کہ ایسی چیزوں کو بھی ترک کر دیا جائے۔

سوال: **تقویٰ کی فضیلت و اہمیت پر جامع مضمون تحریر کیجئے۔**

☆ **تقویٰ کی اہمیت قرآن و حدیث کی روشنی میں واضح کیجئے۔** (ملتان بورڈ 2009ء)

جواب

تقویٰ کی فضیلت و اہمیت

تقویٰ اسلام میں ایک نہایت بنیادی حیثیت رکھتا ہے بلکہ یہاں تک کہا جاتا ہے کہ اگر اسلامی تعلیمات کا خلاصہ صرف ایک لفظ میں بیان کرنا ہو تو وہ لفظ ''تقویٰ'' ہو سکتا ہے۔ ذیل میں شریعت اسلامیہ میں جو مختلف طرح سے تقویٰ کو فضیلت و اہمیت حاصل ہے، ہم اس کو بیان کر رہے ہیں:

1- تقویٰ از روئے قرآن: اس سلسلہ میں ہم یہاں صرف چند آیات قرآنیہ ذکر کر رہے ہیں:

☆ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ. (2البقرہ 189)
اور اللہ سے ڈرتے رہو تا کہ تم فلاح پا جاؤ۔

☆ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ وَ اعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُتَّقِيْنَ. (2 البقرہ 194)
اور اللہ سے ڈرو اور جان لو کہ بے شک اللہ پرہیز گاروں کے ساتھ ہے۔

☆ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقٰتِهٖ. (3 ال عمران 102)
اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو جیسا کہ اس سے ڈرنے کا حق ہے۔

☆ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاتَّقُوْنِ. (16 النحل 2)
میرے سوا کوئی معبود نہیں، پس مجھ سے ہی ڈرو۔

☆ وَالْاٰخِرَةُ عِنْدَ رَبِّكَ لِلْمُتَّقِيْنَ. (43 الزخرف 35)
اور آخرت تیرے رب کے ہاں تقویٰ اختیار کرنے والوں کے لیے ہی ہے۔

2- تقویٰ از روئے حدیث: اس سلسلہ میں ہم یہاں صرف چند احادیث نبویہ ذکر کر رہے ہیں:

☆ ''تو کسی سرخ یا سیاہ سے اچھا نہیں مگر یہ کہ تو تقویٰ میں اس سے بڑھ جائے۔''

☆ ''کسی عربی کو کسی عجمی پر اور کسی عجمی کو کسی عربی پر اور کسی سرخ کو کسی سیاہ پر اور کسی سیاہ کو کسی سرخ پر تقویٰ کے علاوہ کوئی فضیلت حاصل نہیں ہے۔''

☆ ''نفلی عبادت کو پرہیز گاری کے برابر نہیں ٹھہرایا جا سکتا''۔

☆ ''میرے نزدیک ترین لوگ متقی ہیں خواہ وہ کوئی بھی ہوں اور کہاں سے بھی ہوں۔''

☆ ''میں تمہیں تقویٰ کی تلقین کرتا ہوں'' کیونکہ ایک مسلمان دوسرے مسلمان کو جو بہترین تلقین کر سکتا ہے وہ یہ ہے کہ اسے آخرت

کے لیے آمادہ کرے اور تقویٰ کا حکم دے۔"

3- تقویٰ اور اسوۂ رسول ﷺ: حضور اکرم ﷺ اللہ کے آخری نبی ہیں اور انبیاء معصوم ہوتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ ایک معصوم ہستی کے تقویٰ کے متعلق کسی قسم کے شبہ کی گنجائش نہیں ہوسکتی۔ آپ ﷺ کی حیات مبارکہ پر اگر ہم نظر کریں تو آپ ﷺ کی پوری زندگی تقویٰ سے عبارت نظر آئے گی۔ آپ ﷺ سے (معاذ اللہ) کسی کبیرہ یا صغیرہ گناہ کا سرزد ہونا تو دور کی بات آپ کبھی مشتبہ اور مشکوک چیز کے بھی قریب نہ جاتے تھے۔ آپ ﷺ کے کردار کی پاکیزگی کے متعلق سید اسعد گیلانی لکھتے ہیں:

"جوانی کا دور انسان کے لیے بڑا رنگین دور ہوتا ہے۔ عمر کے اس حصے میں ہر شے حسین و دلفریب دکھائی دیتی ہے۔ جوانی کو دیوانی تو کہا جاتا ہے لیکن آپ ﷺ کو قدرت نے ایسی صالح اور سعید فطرت سے نوازا تھا کہ جذبات کا بے قابو ہونا تو درکنار کبھی خیال کا دامن بھی آلودگیوں سے نہ چھوا تھا۔"

حضور اکرم ﷺ کا اس طرح تقویٰ کی زندگی گزارنا اور تقویٰ کا اہتمام کرنا بھی اس بات کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ اسلام کی نظر میں تقویٰ نہایت اہم اور افضل ہے۔

4- قرآن حکیم سے حصول ہدایت کی شرط: تقویٰ اس لحاظ سے بھی نہایت اہم اور افضل ہے کہ قرآن حکیم سے ہدایت و راہنمائی بھی صرف انہی کو حاصل ہوتی ہے کہ جو تقویٰ اختیار کرتے ہیں۔ ارشاد ربانی ہے:

ذٰلِکَ الْکِتٰبُ لَا رَیْبَ فِیْهِ هُدًی لِّلْمُتَّقِیْنَ. (2 البقرہ 2)

یہ وہ کتاب ہے کہ اس میں کچھ شک نہیں ہے ڈرنے والوں کو راہ بتلاتی ہے۔

5- قبول اعمال کا دارومدار: تقویٰ اس لحاظ سے بھی نہایت اہم اور افضل ہے کہ اللہ رب العزت صرف اہل تقویٰ کے اعمال کو ہی قبول فرماتے ہیں۔ ارشاد ربانی ہے:

اِنَّمَا یَتَقَبَّلُ اللّٰهُ مِنَ الْمُتَّقِیْنَ. (5 المائدہ 27)

بے شک اللہ پرہیزگاروں سے ہی قبول کرتا ہے۔

6- عقائد و عبادات کا مقصود: تقویٰ کی فضیلت و اہمیت اس لحاظ سے بھی ہے کہ عقائد و عبادات کا مقصود بھی تقویٰ ہی قرار دیا گیا ہے۔ عقائد کے متعلق ارشاد ربانی ملاحظہ فرمائیں:

یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوْا رَبَّکُمُ الَّذِیْ خَلَقَکُمْ وَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِکُمْ لَعَلَّکُمْ تَتَّقُوْنَ. (2البقرہ 21)

اے لوگو! اپنے رب کی عبادت کرو کہ جس نے تمہیں اور تم سے پہلوں کو پیدا کیا تا کہ تم پرہیزگار بن جاؤ۔

اسی طرح عبادات کے متعلق فرمان الٰہی ہے کہ:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کُتِبَ عَلَیْکُمُ الصِّیَامُ کَمَا کُتِبَ عَلَی الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِکُمْ لَعَلَّکُمْ تَتَّقُوْنَ. (2البقرہ 183)

اے ایمان والو! تم پر روزے فرض کئے گئے ہیں کہ جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر فرض کئے گئے تھے تا کہ تم پرہیزگار بن جاؤ۔

7- نظام اخلاق کی بنیاد: تقویٰ کی فضیلت و اہمیت اس لحاظ سے بھی بہت زیادہ ہے کہ یہ اسلام کے نظام اخلاق کی بنیاد ہے۔ عفو و درگزر اور عدل اسلامی نظام اخلاق میں نہایت اہم ہیں اور ان کے متعلق فرمایا گیا ہے کہ:

وَ اَنْ تَعْفُوْۤا اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰی. (2 البقرہ 237)

اور یہ کہ تم درگزر کرو، یہ تقویٰ کے زیادہ قریب ہے۔

اِعْدِلُوْا هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰی. (5 المائدہ 8)

عدل کرو، وہ تقویٰ کے زیادہ قریب ہے۔

8- بہترین زادِراہ: ایک مؤمن کے لیے بہترین زادِراہ ہونے کے لحاظ سے بھی تقویٰ نہایت اہم اور افضل ہے۔ قرآن حکیم میں فرمایا گیا ہے:

وَ تَزَوَّدُوْا فَاِنَّ خَیْرَ الزَّادِ التَّقْوٰی. (2 البقرہ 197)

اور زادِراہ لے لیا کرو، پس بے شک بہترین زادِراہ تقویٰ ہے۔

9- بہترین لباس وزینت: تقویٰ ایک مؤمن کے لیے بہترین لباس اور زینت ہونے کے لحاظ سے بھی اہم و افضل ہے۔ اللہ رب العزت فرماتے ہیں:

وَ لِبَاسُ التَّقْوٰی ذٰلِکَ خَیْرٌ. (7 الاعراف 26)

اور تقویٰ کا لباس وہ سب سے بہتر ہے۔

10- معیارِ فضیلت: اسلام کی نظر میں تمام انسان بحیثیت انسان آپس میں برابر ہیں اور کسی کو کسی رنگ و نسل وغیرہ کے لحاظ سے کسی دوسرے پر کوئی فضیلت حاصل نہیں ہے۔ البتہ اسلام میں صرف ایک معیارِ فضیلت ہے اور وہ ہے: تقویٰ۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰکُمْ. (49 الحجرات 13)

بے شک تم میں سے زیادہ عزت والے وہی ہیں کہ جو تم میں سے زیادہ تقویٰ والے ہیں۔

11- رب کی دوستی: اسلام کی نظر میں اللہ کے ولی اور اللہ کے دوست صرف متقین ہی ہوسکتے ہیں۔ چنانچہ ارشاد فرمایا گیا ہے:

اِنْ اَوْلِیَآؤُهٗٓ اِلَّا الْمُتَّقُوْنَ. (8 الانفال 34)

بے شک اس کے دوست تو متقی ہی ہیں۔

اور اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی ہے کہ اللہ خود بھی متقین سے دوستی رکھتے ہیں۔ ارشاد ہے:

وَاللّٰهُ وَلِیُّ الْمُتَّقِیْنَ. (45 الجاثیہ 19)

اور اللہ پرہیزگاروں کا دوست ہے۔

اب ظاہر ہے کہ جو خود بھی اللہ کا دوست بن جائے اور اللہ بھی اس کا دوست بن جائے اسے دنیا و آخرت میں اور کیا چاہیے۔

12- فلاحِ اُخروی: تقویٰ اس لحاظ سے بھی نہایت اہم و افضل ہے کہ تقویٰ اختیار کرنے والوں کو اللہ آخرت میں فلاح و کامیابی نصیب فرمائیں گے اور وہ باغات اور نعمتوں کے مستحق ہوں گے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

اِنَّ الْمُتَّقِیْنَ فِیْ جَنّٰتٍ وَّنَعِیْمٍ. (52 الطور 17)

بے شک پرہیزگار باغات میں اور نعمتوں میں ہوں گے۔

نیز فرمایا:

وَ الْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِیْنَ. (7 الاعراف 128)

اور اچھا انجام پرہیزگاروں کے لیے ہے۔

سوال: **تقویٰ کے انسان کی انفرادی و اجتماعی زندگی پر اثرات کا جائزہ لیجیے۔**

☆ **تقویٰ کے فوائد و ثمرات بیان کیجیے۔** (لاہور بورڈ 2010ء)

☆ **تقویٰ کے ثمرات و نتائج اور اس کی افادیت پر بحث کیجیے۔**

---

www.downloadclassnotes.com

جواب — تقویٰ کے انسانی زندگی پر اثرات

فوائد، ثمرات، نتائج، افادیت:

شریعت اسلامیہ میں تقویٰ کو ایک نہایت اہم مقام حاصل ہے۔ ذیل میں ہم انسان کی انفرادی اور اجتماعی زندگی پر تقویٰ کے اثرات کا جائزہ لے رہے ہیں۔ تقویٰ کے انسانی زندگی پر ان اثرات کو ہم تقویٰ کے فوائد و ثمرات یا تقویٰ کے ثمرات و نتائج اور اس کی افادیت کا نام بھی دے سکتے ہیں۔

انفرادی زندگی پر اثرات:

(انفرادی فوائد و ثمرات یا انفرادی ثمرات و نتائج اور افادیت)

1- اللہ کی دوستی: متقین کو اللہ رب العزت کی دوستی نصیب ہوتی ہے۔

وَاللّٰهُ وَلِيُّ الْمُتَّقِيْنَ. (45 الجاثیہ 19)

اور اللہ پرہیز گاروں کا دوست ہے۔

2- اللہ کی محبت: اللہ رب العزت متقین کو پسند فرماتے ہیں اور ان سے محبت رکھتے ہیں۔

اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِيْن. (9 التوبہ 7)

بے شک اللہ متقین سے محبت رکھتے ہیں۔

3- اللہ کی معیت: محبت اور دوستی کے علاوہ متقین کو اللہ کی معیت بھی نصیب ہوتی ہے۔

وَ اتَّقُوا اللّٰهَ وَ اعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُتَّقِيْنَ. (2 البقرہ 194)

اور اللہ سے ڈرو اور جان لو کہ بے شک اللہ پرہیز گاروں کے ساتھ ہے۔

4- حضور اکرم ﷺ کی قربت: اللہ رب العزت کی معیت کے ساتھ ساتھ متقین کو حضور اکرم ﷺ کی قربت بھی نصیب ہوتی ہے۔

حضور اکرم ﷺ کا فرمان ہے:

"میرے نزدیک ترین لوگ متقی ہیں خواہ وہ کوئی بھی ہوں اور کہاں سے بھی ہوں۔"

5- عزت و فضیلت: تقویٰ عزت و فضیلت کا معیار بھی ہے۔

اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰكُمْ. (49 الحجرات 13)

بے شک تم میں سے زیادہ عزت والے وہی ہیں کہ جو تم میں سے زیادہ تقویٰ والے ہیں۔

6- ہدایت و راہنمائی: ایک متقی آدمی ہی قرآن حکیم کی ہدایت و راہنمائی کا صحیح مستحق ہے۔

ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ فِيْهِ هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ. (2 البقرہ 2)

یہ وہ کتاب ہے کہ اس میں کچھ شک نہیں ہے ڈرنے والوں کو راہ بتلاتی ہے۔

7- امور و معاملات میں آسانی: تقویٰ اختیار کرنے والے کے امور و معاملات میں اللہ اپنی خاص رحمت سے آسانی پیدا فرمادیا کرتے ہیں۔

وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مِنْ اَمْرِهٖ يُسْرًا. (65 الطلاق 4)

اور جو کوئی اللہ سے ڈرتا ہے وہ اس کے کام میں آسانی کر دیتا ہے۔

8-برکات ربانی: ایمان اور تقویٰ اختیار کرنے والوں کے لیے اللہ آسمان و زمین کی برکات کے دروازے کھول دیتے ہیں۔

وَ لَوْ اَنَّ اَهْلَ الْقُرٰٓى اٰمَنُوْا وَ اتَّقَوْا لَفَتَحْنَا عَلَيْهِمْ بَرَكٰتٍ مِّنَ السَّمَآءِ وَ الْاَرْضِ. (7 الاعراف 96)

اور اگر بستیوں والے ایمان لے آتے اور تقویٰ اختیار کرتے تو ہم ان پر آسمان اور زمین سے برکات کھول دیتے۔

9-فراخی رزق: تقویٰ اختیار کرنے والے کو اللہ ایسی جگہوں سے رزق عطا فرماتے ہیں کہ جہاں سے اسے گمان بھی نہیں ہوتا اور اس کے لیے اچھی گزر اوقات کا سامان فراہم کر دیتے ہیں۔

وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا وَّيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ. (65 الطلاق 2-3)

اور جو اللہ سے ڈرتا ہے وہ اس کے لیے گزارہ بنا دیتا ہے اور اس کو وہاں سے رزق دیتا ہے جہاں سے اس کو خیال بھی نہ ہو۔

10-عبادت میں دلجمعی اور خلوص: ایک متقی اور پرہیزگار آدمی جب عبادت کرتا ہے تو اس کی عبادت میں دلجمعی اور خلوص پایا جاتا ہے کیونکہ وہ اللہ رب العزت سے محبت اور دوستی میں غیر متقی افراد کی نسبت کہیں آگے ہوتا ہے۔

11-مشتبہات سے اجتناب: ایک متقی آدمی جہاں گناہ سے بچتا ہے وہاں وہ مشتبہ اور مشکوک امور و معاملات سے بھی پرہیز کی ہر ممکن کوشش کرتا ہے۔

12-اخلاق حسنہ: ایک متقی آدمی چونکہ اپنے دل میں اللہ کا ڈر رکھتا ہے اس لئے وہ قدرتی طور پر اخلاق حسنہ کی طرف مائل ہوگا۔ اگر وہ کسی برے کام کی طرف متوجہ ہونے بھی لگے گا تو فوراً اللہ کے دربار میں حاضری کا تصور اور اللہ کا ڈر اسے غلط سے درست کی طرف لے جائے گا۔

13- گناہوں کا ازالہ اور اجر میں اضافہ: تقویٰ اختیار کرنے والے کے متعلق اللہ فرماتے ہیں کہ اس کے گناہ ہٹا دیئے جاتے ہیں اور اس کے اجر کو بڑھا دیا جاتا ہے۔

وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يُكَفِّرْ عَنْهُ سَيِّاٰتِهٖ وَيُعْظِمْ لَهٗٓ اَجْرًا. (65 الطلاق 5)

اور جو اللہ سے ڈرتا ہے وہ اس کی برائیاں اس سے مٹا دیتا ہے اور اس کے اجر کو بڑا کر دیتا ہے۔

14-اصلاح اعمال و مغفرت: تقویٰ اختیار کرنے اور سیدھی بات کرنے والے کے متعلق اللہ رب العزت کا وعدہ ہے کہ اس کے اعمال کی اصلاح کر دے گا اور اس کے گناہوں کی مغفرت فرما دے گا۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَ قُوْلُوْا قَوْلًا سَدِيْدًا يُّصْلِحْ لَكُمْ اَعْمَالَكُمْ وَ يَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ. (33 الاحزاب 70-71)

اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور سیدھی بات کہو۔ وہ تمہارے اعمال کی اصلاح کر دے گا اور تمہارے گناہ بخش دے گا۔

15-دوزخ سے نجات: متقین دوزخ سے بھی نجات یافتہ ہوں گے۔

ثُمَّ نُنَجِّى الَّذِيْنَ اتَّقَوْا. (19 مریم 72)

پھر ہم تقویٰ والوں کو نجات دیں گے۔

16-اعمال کی قبولیت: اللہ تعالیٰ اہل تقویٰ کے ہی اعمال کو قبول فرماتے ہیں۔

اِنَّمَا يَتَقَبَّلُ اللّٰهُ مِنَ الْمُتَّقِيْنَ. (5 المائدہ 27)

بے شک اللہ پرہیزگاروں سے ہی قبول کرتا ہے۔

17-فلاح اخروی: متقی آدمی کے لیے ایک بہت بڑا فائدہ یہ ہے کہ اسے آخرت میں فلاح اور کامیابی حاصل ہوگی۔

وَ الْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنَ.(7 الاعراف 128)

اور اچھا انجام پرہیزگاروں کے لیے ہے۔

18-رضائے الٰہی کا حصول: تقویٰ کا ایک بہت بڑا فائدہ یہ ہے کہ تقویٰ کی وجہ سے بندے کو اللہ کی رضا حاصل ہوتی ہے اور ظاہر ہے کہ اللہ کی رضا سے بڑھ کر کوئی چیز نہیں ہے۔

اجتماعی زندگی پر اثرات (اجتماعی فوائد و ثمرات یا اجتماعی ثمرات و نتائج اور افادیت):

1-معاشرتی امن: جب ایک معاشرے میں تقویٰ عام ہوگا اور معاشرے کے افراد متقی اور پرہیزگار ہوں گے تو اس کا لازمی نتیجہ یہ ہوگا کہ وہ گناہوں سے پرہیز کرنے والے بلکہ مشکوک و مشتبہ چیزوں کو بھی چھوڑ دینے والے ہوں گے اور ظاہر ہے کہ جس معاشرے کے افراد اس طرح کے ہوں گے وہ ایک پرامن معاشرہ ہوگا اور اس میں کسی قسم کی خرابی اور فساد پیدا نہیں ہوگا۔

2-اخوت و محبت: جس معاشرے کے افراد متقی اور پرہیزگار ہوں گے ظاہر ہے کہ وہ ایک دوسرے کا حق غصب کرنے والے نہیں بلکہ آپس میں شفیق اور مہربان ہوں گے۔ اس سے معاشرے میں اخوت و محبت کے جذبات پروان چڑھیں گے۔

3-اللہ کی نصرت و مدد: ایسا معاشرہ کہ جس کے افراد صبر اور تقویٰ کو اختیار کرنے والے ہوں اللہ ان کی مدد فرماتا ہے اور وہ فتح اور کامیابی و کامرانی سے ہمکنار ہوتے ہیں۔

بَلٰى اِنْ تَصْبِرُوْا وَ تَتَّقُوْا وَ يَاْتُوْكُمْ مِّنْ فَوْرِهِمْ هٰذَا يُمْدِدْكُمْ رَبُّكُمْ. (3 ال عمران 125)

ہاں! اگر تم صبر کرو اور تقویٰ اختیار کرو اور وہ (تمہارے دشمن) تم پر اسی وقت آ پڑیں تو تمہارا رب تمہیں مدد بھیجے گا۔

4-دشمن کے مکر و فریب سے نجات: ایسا معاشرہ کہ جس کے افراد صبر اور تقویٰ اختیار کرنے والے ہوں گے وہ دشمن کے مکر و فریب سے محفوظ رہیں گے۔

وَ اِنْ تَصْبِرُوْا وَ تَتَّقُوْا لَا يَضُرُّكُمْ كَيْدُهُمْ شَيْئًا.(3 ال عمران 120)

اور اگر تم صبر کرو اور تقویٰ اختیار کرو تو ان (تمہارے دشمنوں) کا داؤ تمہارا کچھ بھی نہ بگاڑ سکے گا۔

5-اعلیٰ روایات کی ترویج: جس معاشرے کے افراد گناہ و عصیان سے بچنے والے اور نیکی اور پرہیزگاری اختیار کرنے والے ہوں گے ظاہر ہے کہ اس معاشرے میں اچھی معاشرتی اقدار ہی فروغ پائیں گی اور اعلیٰ روایات کی ترویج ہوگی۔ ایسا معاشرہ ایک نہایت اچھا' پرکشش اور خوبصورت معاشرہ ہوگا۔

6-باوقار معاشرتی ماحول: جس معاشرے کے افراد اخلاق حسنہ کو اپنائے ہوں گے اور تقویٰ کی وجہ سے عزت و فضیلت کے مراتب پر فائز ہوں گے ظاہر ہے کہ اس معاشرے کا ماحول نہایت باعزت اور باوقار ہوگا۔

7-معاشی مسائل کا خاتمہ: تقویٰ اختیار کرنے والے کا چونکہ اللہ رزق فراخ کرتے ہیں۔ اس کا لازمی نتیجہ یہ ہوگا کہ جس معاشرے کے تمام افراد متقی ہوں گے اس معاشرے کے تمام افراد کا رزق فراخ ہوگا اور اس معاشرے کے لیے کسی قسم کا کوئی معاشی مسئلہ کھڑا نہیں ہوگا۔

سوال: تقویٰ کے تقاضے بیان کیجئے۔

☆ متقین کی صفات بیان کیجئے۔ (گوجرانوالہ بورڈ 2006ء)

☆ متقین کی صفات قرآن و حدیث کی روشنی میں تحریر کیجئے۔ (ملتان بورڈ 2006ء)

☆ تقویٰ کی تعریف کیجئے۔ متقین کی صفات تحریر کیجئے۔ (لاہور بورڈ 2011ء)

☆ متقین کی صفات تحریر کیجئے۔ (لاہور بورڈ 2012ء)

جواب: متقین کی صفات (تقویٰ کے تقاضے)

متقین متقی کی جمع ہے اور متقی اس کو کہتے ہیں کہ جس میں تقویٰ پایا جائے۔ ذیل میں ہم متقین کی چند اہم صفات کا ذکر کر رہے ہیں۔ یہ وہ صفات ہیں کہ جب تک یہ بندے میں موجود نہ ہوں تب تک بندہ متقی کہلانے کا مستحق نہیں ہوسکتا اس لئے ان صفات کو ہم تقویٰ کے تقاضے بھی کہہ سکتے ہیں۔

1- ایمان: تقویٰ کے لیے سب سے پہلے ایمان شرط ہے۔ اگر ایمان نہیں ہے تو ایسے تقویٰ کا کوئی فائدہ نہیں ہے۔

اَلَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِالْغَیْبِ. (2 البقرہ 3)

کہ جو بن دیکھی چیزوں پر ایمان رکھتے ہیں۔

2- اقامت صلوٰۃ: اہل تقویٰ نماز بھی قائم کرنے والے ہوتے ہیں۔

وَ یُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوۃَ. (2 البقرہ 3)

اور وہ نماز قائم کرتے ہیں۔

3- انفاق فی سبیل اللہ: اہل تقویٰ اللہ کے دیے ہوئے مال میں سے اللہ کی راہ میں خرچ بھی کرتے ہیں۔

وَ مِمَّا رَزَقْنٰھُمْ یُنْفِقُوْنَ. (2 البقرہ 3)

اور جو ہم نے انہیں رزق دیا ہے اس میں سے خرچ کرتے ہیں۔

4- ایفائے عہد: تقویٰ والے وعدے پورے کیا کرتے ہیں۔

وَ الْمُوْفُوْنَ بِعَھْدِھِمْ اِذَا عٰھَدُوْا. (2 البقرہ 177)

اور جب وعدہ کرلیں تو وعدہ پورا کرنے والے۔

5- صبر: تقویٰ والے مشکلات میں صبر کرنے والے ہوتے ہیں۔

وَ الصّٰبِرِیْنَ فِی الْبَاْسَآءِ وَ الضَّرَّآءِ وَ حِیْنَ الْبَاْسِ .(2 البقرہ 177)

اور سختی اور تکلیف میں لڑائی کے وقت صبر کرنے والے۔

6- سچے اور حکم بجالانے والے: سورۃ آل عمران میں متقین کی صفات کو بیان کرتے ہوئے اللہ رب العزت فرماتے ہیں کہ اہل تقویٰ سچے اور اللہ کے احکام کو بجالانے والے ہوتے ہیں۔

وَ الصّٰدِقِیْنَ وَ الْقٰنِتِیْنَ. (3 آل عمران 17)

اور سچ بولنے والے اور حکم بجالانے والے۔

7- بخشش مانگنے والے: اہل تقویٰ اپنے گناہوں کی بخشش مانگنے والے ہوتے ہیں۔

وَالْمُسْتَغْفِرِیْنَ بِالْاَسْحَارِ. (3 آل عمران 17)

اور راتوں کے پچھلے پہر بخشش مانگنے والے۔

8- غصہ پر کنٹرول اور عفو و درگزر: اہل تقویٰ کی یہ بھی صفت ہے کہ وہ اپنے غصے پر قابو پالینے والے اور دوسروں کو معاف کردینے

والے ہوتے ہیں۔

وَ الْکٰظِمِیْنَ الْغَیْظَ وَ الْعَافِیْنَ عَنِ النَّاسِ.(3 ال عمران 134)

اور غصے کو دبا لینے والے اور لوگوں کو معاف کر دینے والے۔

9- ندامت: اہل تقویٰ اگر کوئی غلطی کر بیٹھیں تو اس پر ڈٹ نہیں جاتے بلکہ اپنی غلطی تسلیم کر لیتے ہیں اور اپنی غلطی پر نادم ہوتے ہیں۔

وَ لَمْ یُصِرُّوْا عَلٰی مَا فَعَلُوْا وَ هُمْ یَعْلَمُوْنَ.(3 ال عمران 135)

اور اپنے کئے پر ڈٹ نہیں جاتے اور وہ جانتے ہیں۔

10- حق کو تسلیم کرنے والے: اہل تقویٰ سچی بات کو فوراً تسلیم کر لینے والے ہوتے ہیں۔

وَالَّذِیْ جَآءَ بِالصِّدْقِ وَصَدَّقَ بِهٖٓ اُولٰٓئِکَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ. (39 الزمر 33)

اور جو سچی بات لے کر آیا اور جس نے اس کو سچ مانا وہی لوگ تقویٰ والے ہیں۔

11- نیکی کرنے والے: اہل تقویٰ دنیا کی زندگی نیکی میں گزارتے ہیں۔ اہل تقویٰ کے آخرت میں اچھے انجام کا ذکر کرتے ہوئے اللہ فرماتے ہیں۔

اِنَّهُمْ کَانُوْا قَبْلَ ذٰلِکَ مُحْسِنِیْنَ .(51 الذریت16)

بے شک وہ اس سے پہلے (جنت میں آنے سے پہلے دنیا میں) نیکی کرنے والے تھے۔

12- راتوں کو تھوڑا سونے والے: اہل تقویٰ راتوں کا سارا وقت نیند میں نہیں گزارتے بلکہ وہ تھوڑا وقت سوتے ہیں اور باقی وقت عبادت اور استغفار وغیرہ میں گزارتے ہیں۔

کَانُوْا قَلِیْلًا مِّنَ الَّیْلِ مَا یَهْجَعُوْنَ. (51الذریت 17)

وہ راتوں کو بہت تھوڑا سوتے تھے۔

سوال: بتلایئے کہ تقویٰ اختیار کرنے پر اللہ تعالیٰ نے کونسی دو آسانیوں کا وعدہ فرمایا ہے؟ نیز بتلایئے کہ تقویٰ کا مرکز کونسا ہے؟

جواب

تقویٰ پر آسانیاں اور تقویٰ کا مرکز

تقویٰ اختیار کرنے پر دو آسانیاں:

قرآن حکیم میں ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ:

وَمَنْ یَّتَّقِ اللّٰهَ یَجْعَلْ لَّهٗ مِنْ اَمْرِهٖ یُسْرًا. (65 الطلاق 4)

اور جو کوئی اللہ سے ڈرتا ہے وہ اس کے کام میں آسانی کر دیتا ہے۔

اب ہمیں دیکھنا یہ ہے کہ وہ کونسی آسانیاں ہیں کہ جن کا سورۃ الطلاق کی اس آیت مبارکہ میں وعدہ فرمایا گیا ہے؟ اس کے لیے ہم اسی سورۃ میں جب مزید غور کرتے ہیں تو ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ وہ آسانیاں یہ ہیں: دنیا میں فراخیٔ رزق اور آخرت میں گناہوں کی معافی اور اجر میں اضافہ۔ گویا ایک دنیاوی آسانی ہے اور دوسری اُخروی آسانی۔

1- دنیاوی آسانی: دنیاوی آسانی یہ ہے کہ اللہ تقویٰ اختیار کرنے والے کی گذر بسر آسان فرما دیتے ہیں اور اسے ایسی جگہ سے رزق عطا فرماتے ہیں کہ جہاں سے اسے گمان بھی نہیں ہوتا۔

وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا وَّيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ. (65 الطلاق 3-2)

اور جو اللہ سے ڈرتا ہے وہ اس کے لیے گزارہ بنا دیتا ہے اور اس کو وہاں سے رزق دیتا ہے جہاں سے اس کو خیال بھی نہ ہو۔

2- اُخروی آسانی: اُخروی آسانی یہ ہے کہ اللہ اس کے گناہوں کو مٹا دیتے ہیں اور اس کے اجر میں اضافہ فرما دیتے ہیں۔

وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يُكَفِّرْ عَنْهُ سَيِّاٰتِهٖ وَيُعْظِمْ لَهٗ اَجْرًا. (65 الطلاق 5)

اور جو اللہ سے ڈرتا ہے وہ اس کی برائیاں اس سے مٹا دیتا ہے اور اس کے اجر کو بڑا کر دیتا ہے۔

تقویٰ کا مرکز: رحمتِ عالم ﷺ نے ایک دفعہ اپنے دل کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا:

"التقوی ھھنا."

تقویٰ یہاں ہے۔

آپ ﷺ کے اس ارشادِ مبارک سے یہ بات واضح ہوگئی کہ تقویٰ کا مرکز انسانی دل ہے۔ اگر دل میں اللہ کا خوف ہوگا تب تقویٰ پیدا ہوگا اور اگر دل میں اللہ کا خوف نہیں ہوگا تو تقویٰ نہیں ہوگا۔ اس کی مزید وضاحت حضور اکرم ﷺ کے اس ارشاد سے بھی ہوتی ہے۔ فرمایا:

''خبردار! جسم میں گوشت کا ایک لوتھڑا ہے جب وہ درست ہوتا ہے تو سارا جسم درست ہوتا ہے اور جب اس میں بگاڑ پیدا ہو جاتا ہے تو سارے جسم میں بگاڑ پیدا ہو جاتا ہے۔ جان لو! وہ دل ہے۔''

سوال: **ذکر کا معنی و مفہوم اور اس کی اقسام بیان کیجئے۔ نیز ذکر کے طریقوں کی وضاحت کیجئے۔**

☆ **ذکر الٰہی کی اقسام بیان کیجئے۔** (گوجرانوالہ بورڈ 2006ء)

جواب

ذکر: معنی و مفہوم اور اقسام و طریقے

ذکر کا معنی و مفہوم:

لغوی معنی: ذکر کا لغوی معنی ہے: یاد کرنا، یاد رکھنا، قول، بیان وغیرہ۔

اصطلاحی مفہوم: اصطلاحِ شریعت میں ذکر اللہ کی یاد کو کہا جاتا ہے۔ ضروری نہیں کہ یہ یاد زبان کے ساتھ کچھ مخصوص الفاظ ادا کر کے ہی ہو بلکہ اللہ کی طرف لو لگانا، اللہ کی عبادت کرنا، اللہ کے احکام پر عمل پیرا ہونا وغیرہ سب ذکر کے ذیل میں آ جاتا ہے۔

ذکر کی اقسام:

ذکر کی تین قسمیں ہیں: قلبی، لسانی اور عملی۔

1- ذکر قلبی: ذکر قلبی کا معنی ہے دل سے ذکر کرنا، اس سے مراد یہ ہے کہ ہر وقت بندے کے دل میں اللہ کی یاد ہو اور وہ کسی وقت بھی اللہ کی یاد سے غافل نہ ہو۔ اس کے لیے ضروری نہیں کہ بندہ کسی خاص انداز میں مجاہدہ کر رہا ہو تو ہی ذکر قلبی ہوگا بلکہ ہر حال میں دل میں اللہ کی یاد ہونا اور اللہ کا خوف ہونا ہی ذکر قلبی ہے۔

2- ذکر لسانی: ذکر لسانی کا معنی ہے زبان سے ذکر کرنا۔ اس کو ذکر قولی بھی کہا جا سکتا ہے۔ اس میں تسبیحات وغیرہ کرنا، قرآن حکیم کی تلاوت کرنا، نماز ادا کرنا وغیرہ شامل ہے۔ کسی بھی صورت میں زبان سے اللہ کی یاد اس میں شامل ہوگی۔ اس وسیع معنی کے لحاظ سے کسی کو اللہ کے دین کی طرف دعوت دینا بھی ذکر لسانی کے ذیل میں آ جائے گا کیونکہ اس میں بھی زبان کے ساتھ اللہ کے رستے کی طرف بلایا جاتا ہے۔

3- ذکر عملی: ذکر عملی کا معنی ہے عمل کے ذریعے ذکر کرنا۔ اس سے مراد یہ ہے کہ بندہ اپنی پوری زندگی کو احکاماتِ الٰہیہ کے مطابق ڈھال لے

اور ہر معاملے میں اللہ کی اطاعت کرے۔ نیز حضور اکرم ﷺ کی اطاعت بھی چونکہ قرآن حکیم کے ارشاد کے مطابق اللہ ہی کی اطاعت ہے اس لئے آپ ﷺ کے طریقوں پر چلنا اور آپ ﷺ کی سنت پر عمل کرنا بھی اس کے ذیل میں آ جاتا ہے۔ چنانچہ اس میں مؤمن کا اٹھنا بیٹھنا' اس کا سونا جاگنا' اس کا چلنا پھرنا وغیرہ سب کچھ آ جاتا ہے اگر وہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے احکام کے مطابق ہو۔

ذکر کے طریقے:

ذکر کے دو طریقے ہیں: انفرادی ذکر اور اجتماعی ذکر۔

1- انفرادی ذکر: اگر ایک آدمی اکیلا ذکر کر رہا ہے تو اسے انفرادی ذکر کہا جائے گا۔ اس میں اس کا اپنے طور میں یاد الٰہی میں مشغول رہنا' اس کا انفرادی طور پر تلاوت قرآن حکیم کا اہتمام کرنا' اس کا انفرادی طور پر تسبیحات وغیرہ کرنا' اس کا اکیلے نماز ادا کرنا خواہ فرائض ہوں یا نوافل وغیرہ' اس کا اپنے طور پر احکامات الٰہیہ کو بجالانا' اس کا اپنی زندگی کو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے بتائے ہوئے طریقوں کے مطابق ڈھالنا وغیرہ سب کچھ شامل ہے۔

2- اجتماعی ذکر: اگر کچھ افراد مل کر اللہ کی یاد میں مگن ہیں تو یہ اجتماعی ذکر ہے۔ لیکن اس میں صرف یہی شامل نہیں ہے کہ مل کر کچھ خاص تسبیحات کو کسی خاص انداز میں پڑھا جائے بلکہ اس میں ان کا مل بیٹھ کر تلاوت قرآن حکیم کا اہتمام کرنا' با جماعت نماز ادا کرنا' تبلیغی اجتماع منعقد کرنا وغیرہ سب کچھ شامل ہوگا۔

سوال: ذکر کی فضیلت واہمیت پر جامع مضمون تحریر کیجئے۔

☆ ذکر کی اہمیت بیان کیجئے۔ (ملتان بورڈ 2006ء)

جواب

ذکر کی فضیلت واہمیت

ذکر کے وسیع مفہوم میں ہر قسم کی اللہ کی یاد شامل ہے خواہ اس کی کوئی بھی صورت ہو۔ شریعت اسلامیہ میں اس کی بہت زیادہ فضیلت واہمیت ہے۔ ذیل میں ہم شریعت اسلامیہ میں جو مختلف طرح سے ذکر کو فضیلت واہمیت حاصل ہے اس کو بیان کر رہے ہیں:

1- ذکر از روئے قرآن: اس سلسلہ میں ہم یہاں صرف چند آیات قرآنیہ ذکر کر رہے ہیں:

☆ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوا اللّٰهَ ذِكْرًا كَثِيْرًا .(33 الاحزاب 41)

اے ایمان والو! اللہ کو یاد کرو' کثرت سے یاد کرنا۔

☆ اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ .(13 الرعد 28)

خبردار! اللہ کی یاد سے ہی دل اطمینان پاتے ہیں۔

☆ وَ لَذِكْرُ اللّٰهِ اَكْبَرُ. (29 العنکبوت 45)

اور اللہ کی یاد سب سے بڑی ہے۔

☆ وَ اذْكُرْ رَّبَّكَ فِيْ نَفْسِكَ تَضَرُّعًا وَّ خِيْفَةً وَّ دُوْنَ الْجَهْرِ مِنَ الْقَوْلِ بِالْغُدُوِّ وَ الْاٰصَالِ وَ لَا تَكُنْ مِّنَ الْغٰفِلِيْنَ.(7الاعراف 205)

اور اپنے رب کو اپنے دل میں گڑگڑاتا ہوا اور ڈرتا ہوا یاد کرتا رہ اور ایسی آواز سے کہ جو پکار کر بولنے سے کم ہو' صبح کے وقت اور شام کے وقت اور غافلوں میں سے نہ ہو جا۔

☆ فَاذْكُرُوْنِيْۤ اَذْكُرْكُمْ. (2 البقرہ 152)

پس تم مجھے یاد رکھو میں تمہیں یاد رکھوں گا۔

2-ذکر از روئے حدیث: اس سلسلہ میں ہم یہاں صرف چند احادیث نبویہ ذکر کر رہے ہیں:

☆ "جب کوئی جماعت اللہ کا ذکر کرتی ہے تو فرشتے انہیں گھیر لیتے ہیں اور ان پر رحمت چھا جاتی ہے اور ان پر تسکین نازل کی جاتی ہے اور اللہ بھی ان کا فرشتوں کی مجلس میں ذکر کرتے ہیں۔"

☆ "اگر کسی مجلس میں لوگ بیٹھے ہوں اور اس میں اللہ کا ذکر نہ کریں اور اس کے نبی ﷺ پر درود نہ بھیجیں تو وہ نقصان والے ہیں۔ پس اگر اللہ چاہے تو انہیں عذاب دے اور چاہے تو انہیں معاف کر دے۔"

☆ "جو اللہ کو یاد کرتا ہے اور جو نہیں کرتا ان کی مثال زندہ اور مردہ کی ہے۔"

☆ ایک آدمی نے حضور اکرم ﷺ سے دریافت کیا کہ اسلام کے احکام تو بہت سے ہو گئے ہیں، مجھے کوئی ایسی چیز بتلائیے کہ میں اسے کرتا رہوں۔ فرمایا:

"تمہاری زبان ہمیشہ اللہ کے ذکر سے تر رہنی چاہئے۔"

☆ آپ ﷺ سے سوال کیا گیا کہ قیامت کے روز اللہ کے نزدیک کس کا درجہ سب سے زیادہ ہوگا؟ آپ ﷺ نے جواب میں ارشاد فرمایا:

"کثرت سے اللہ کا ذکر کرنے والوں کا۔"

3-ذکر اور اسوۂ رسول ﷺ: حضور اکرم ﷺ کی زندگی کا ایک ایک لمحہ اللہ کی یاد میں گزرتا تھا۔ آپ ﷺ کی کوئی مجلس اور کوئی خلوت اللہ کی یاد اور اللہ کے ذکر سے خالی نہ تھی۔ حضور اکرم ﷺ کے لمیں ہر وقت اللہ کی یاد ہوتی تھی۔ آپ ﷺ اللہ کی یاد سے ایک لمحہ کے لیے بھی غافل نہیں ہوا کرتے تھے۔ نماز اور نوافل کی ادائیگی میں اس قدر رغبت اور مشغولیت تھی کہ طویل قیام کی وجہ سے آپ ﷺ کے پاؤں میں ورم آ جاتا تھا۔ ایک دفعہ جب حضرت عائشہ صدیقہؓ نے سوال کیا کہ آپ کے تو اگلے پچھلے سب گناہ معاف ہیں پھر آپ اس قدر محنت کیوں کرتے ہیں؟ فرمایا: کیا میں اللہ کا شکر گزار بندہ نہ بنوں۔ ایک دفعہ صحابہ کرامؓ کی ایک محفل ذکر میں مشغول تھی، حضور اکرم ﷺ تشریف لائے تو یہ لوگ خاموش ہو گئے۔ آپ ﷺ نے دریافت فرمایا کہ کیا کر رہے تھے؟ صحابہؓ نے عرض کیا کہ اللہ کا ذکر کر رہے تھے۔ فرمایا کہ میں نے دیکھا کہ تم پر رحمت اتر رہی ہے چنانچہ مجھے بھی شوق ہوا کہ میں بھی تمہارے ساتھ شرکت کروں۔ حضور اکرم ﷺ کا ہر وقت اللہ کی یاد میں رہنا اور کسی لمحہ بھی اس سے غافل نہ ہونا واضح کرتا ہے کہ شریعت اسلامیہ میں ذکر کی بہت زیادہ فضیلت و اہمیت ہے۔

4-انبیاء کرامؑ کو بھی ذکر کا حکم: ذکر کی فضیلت و اہمیت کا اندازہ اس بات سے بھی لگایا جا سکتا ہے کہ انبیاء کرامؑ اگرچہ معصوم ہستیاں ہیں لیکن اس کے باوجود انہیں بھی ذکر سے مستثنیٰ نہیں قرار دیا گیا بلکہ انہیں بھی ذکر کا حکم دیا گیا ہے۔ حضرت موسیٰؑ اور حضرت ہارونؑ کو جب فرعون کی طرف بھیجا گیا تو انہیں حکم دیا گیا کہ:

وَ لَا تَنِيَا فِيْ ذِكْرِيْ. (20 طه 42)

اور تم دونوں میری یاد میں سستی نہ کرنا۔

5-سب سے بڑی چیز: ذکر کی فضیلت و اہمیت اس چیز سے بھی معلوم ہو سکتی ہے کہ قرآن حکیم میں ذکر کو سب سے بڑی چیز فرمایا گیا ہے۔

وَ لَذِكْرُ اللّٰهِ اَكْبَرُ. (29 العنکبوت 45)

اور اللہ کی یاد سب سے بڑی ہے۔

6-کوئی چیز ذکر سے غافل نہ کرے: ذکر کی فضیلت و اہمیت کا اس بات سے بھی اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ اللہ رب العزت قرآن حکیم میں تنبیہ فرماتے ہیں کہ تجارت و کاروبار، مال و دولت اور حتیٰ کہ اولاد بھی تمہیں ذکر سے غافل نہ کرے۔

رِجَالٌ لَّا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ. (24 النور 37)

وہ لوگ کہ جو تجارت کرتے ہوئے اور خرید و فروخت کرتے ہوئے بھی اللہ کی یاد سے غافل نہیں ہوتے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُلْهِكُمْ اَمْوَالُكُمْ وَلَآ اَوْلَادُكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ. (63 المنافقون 9)

اے ایمان والو! تمہارے مال اور تمہاری اولاد تمہیں اللہ کی یاد سے غافل نہ کریں۔

7- ذکر سے غفلت پر وعید: شریعت اسلامیہ میں ذکر کی فضیلت و اہمیت کی وجہ سے ہی ذکر سے غفلت کرنے والوں کے لئے سخت وعید آئی ہے۔

وَ مَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِيْ فَاِنَّ لَهٗ مَعِيْشَةً ضَنْكًا وَّ نَحْشُرُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اَعْمٰى. (20 طه 124)

اور جس نے میرے ذکر سے منہ پھیرا اس کی گزر اوقات تنگ ہوگی اور قیامت کے دن ہم اسے اندھی حالت میں لائیں گے۔

8- ہر حال میں ذکر کی ترغیب: ذکر کی فضیلت و اہمیت اس بات سے بھی واضح ہوتی ہے کہ قرآن حکیم میں اٹھتے بیٹھتے ہر حال میں ذکر کی ترغیب دی گئی ہے۔ سورۃ ال عمران میں عقل والوں کے اوصاف بیان کرتے ہوئے فرمایا گیا ہے:

اَلَّذِيْنَ يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ قِيٰمًا وَّ قُعُوْدًا وَّ عَلٰى جُنُوْبِهِمْ. (3ال عمران 191)

جو کھڑے اور بیٹھے اور اپنی کروٹوں کے بل اللہ کو یاد کرتے ہیں۔

9- جنگ میں بھی ذکر کا حکم: ذکر کی بہت زیادہ فضیلت و اہمیت ہی کے پیش نظر امن کے علاوہ حالت جنگ میں بھی اہل ایمان کو اللہ کے ذکر کا حکم دیا گیا ہے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا لَقِيْتُمْ فِئَةً فَاثْبُتُوْا وَ اذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ. (8الانفال 45)

اے ایمان والو! جب تم کسی فوج سے ملو تو ثابت قدم رہو اور کثرت سے اللہ کو یاد کرو تا کہ تم فلاح پا جاؤ۔

10- عبادات کا مقصود اعظم: ذکر کی فضیلت و اہمیت اس بات سے بھی واضح ہوتی ہے کہ قرآن حکیم میں ذکر کو عبادات کا مقصود اعظم قرار دیا گیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اِنَّنِيْٓ اَنَا اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدْنِيْ وَ اَقِمِ الصَّلٰوةَ لِذِكْرِيْ. (20 طه 14)

بے شک میں ہی اللہ ہوں، میرے سوا کوئی معبود نہیں پس میری ہی عبادت کر اور میری یاد کے لیے نماز قائم کر۔

اس آیت کی تفسیر میں علامہ شبیر احمد عثمانی لکھتے ہیں:

"اس میں خالص توحید اور ہر قسم کی بدنی و مالی عبادت کا حکم دیا۔ نماز چونکہ اہم العبادات تھی اس کا ذکر خصوصیت سے کیا گیا اور اس پر بھی متنبہ فرما دیا گیا کہ نماز سے مقصود اعظم خدا تعالیٰ کی یادگاری ہے۔"

سوال: ذکر کے فوائد تحریر کیجئے۔ (ملتان بورڈ 2006ء)

☆ ذکر الٰہی کے فوائد بیان کیجئے۔ (گوجرانوالہ بورڈ 2006ء)

☆ ذکر کے انسان کی انفرادی و اجتماعی زندگی پر اثرات کا جائزہ لیجئے۔

☆ ذکر الٰہی کے ثمرات و فوائد بیان کیجئے۔ (لاہور بورڈ 2006ء)

☆ ذکر کے فوائد و ثمرات تحریر کیجئے۔

☆ ذکر کے ثمرات و نتائج اور اس کی افادیت پر بحث کیجئے۔

جواب ذکر کے انسانی زندگی پر اثرات (فوائد، ثمرات، نتائج، افادیت)

شریعت اسلامیہ میں ذکر کو ایک نہایت اہم مقام حاصل ہے۔ ذیل میں ہم انسان کی انفرادی اور اجتماعی زندگی پر ذکر کے اثرات کا جائزہ لے رہے ہیں۔ ذکر کے انسانی زندگی پر ان اثرات کو ہم ذکر کے فوائد وثمرات یا ذکر کے ثمرات ونتائج اور اس کی افادیت کا نام بھی دے سکتے ہیں۔

انفرادی زندگی پر اثرات:

(انفرادی فوائد وثمرات یا انفرادی ثمرات ونتائج اور افادیت)

1- قرب الٰہی: ذکر سے اللہ رب العزت کا قرب حاصل ہوتا ہے۔ فرمان نبوی ﷺ ہے کہ:

''اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں بندے کے ساتھ ویسا ہی معاملہ کرتا ہوں جیسا وہ میرے متعلق گمان کرتا ہے اور جب وہ مجھے یاد کرتا ہے تو میں اس کے ساتھ ہوتا ہوں۔ جب وہ مجھے اپنے دل میں یاد کرتا ہے میں بھی اسے اپنے دل میں یاد کرتا ہوں اور جب وہ محفل میں میرا ذکر کرتا ہے تو میں اس سے بہتر محفل میں اس کا ذکر کرتا ہوں۔''

2- اللہ بھی بندے کو یاد رکھتے ہیں: جب کوئی بندہ اللہ کا ذکر کرتا ہے اور اللہ کو یاد رکھتا ہے تو اللہ رب العزت اسے قبول بھی فرماتے ہیں اور خود بھی اس بندے کو یاد رکھتے ہیں۔

فَاذْکُرُوْنِیْٓ اَذْکُرْکُمْ. (2 البقرہ 152)

پس تم مجھے یاد رکھو میں تمہیں یاد رکھوں گا۔

3- اطمینان قلب: ذکر سے بندے کو اطمینان قلب حاصل ہوتا ہے۔

اَلَا بِذِکْرِ اللّٰہِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ .(13 الرعد 28)

خبردار! اللہ کی یاد سے ہی دل اطمینان پاتے ہیں۔

4- خشیت الٰہی: اللہ رب العزت قرآن حکیم میں عاجزی کرنے والے بندوں کے متعلق ارشاد فرماتے ہیں کہ جب ان کے سامنے اللہ کا ذکر کیا جائے تو ان کے دل ڈر جاتے ہیں تو ظاہر ہے کہ جو خود اللہ کا ذکر کرنے والا ہے اس کے دل میں بھی اللہ کا ذکر کرنے اور اللہ کا نام لینے سے ڈر پیدا ہوگا۔

الَّذِیْنَ اِذَا ذُکِرَ اللّٰہُ وَجِلَتْ قُلُوْبُھُمْ. (22 الحج 35)

وہ کہ جب (ان کے سامنے) اللہ کا نام لیا جائے تو ان کے دل ڈر جاتے ہیں۔

5- فلاح وکامیابی: اللہ کا ذکر کرنا انسان کی فلاح وکامیابی کا ضامن ہے۔

وَاذْکُرُوا اللّٰہَ کَثِیْرًا لَّعَلَّکُمْ تُفْلِحُوْنَ .(62 الحج 10)

اور اللہ کو کثرت سے یاد کرو تاکہ تم فلاح پا جاؤ۔

6- بلندئ درجات: اللہ کا ذکر بندے کے درجات میں اضافے کا سبب بنتا ہے۔ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''بہت سے لوگ دنیا میں نرم بستروں پر اللہ کو یاد کرتے ہیں تو اللہ ان کو بلند درجات میں داخل فرماتے ہیں۔''

7- دل کی زندگی: حضور اکرم ﷺ نے اللہ کو یاد کرنے والے کے لیے زندہ اور یاد نہ کرنے والے کے لیے مردہ کی مثال دی ہے۔ فرمانِ نبوی ﷺ ہے کہ:

''جو اللہ کو یاد کرتا ہے اور جو نہیں کرتا ان کی مثال زندہ اور مردہ کی ہے۔''

8- مغفرت واجر: اللہ رب العزت نے مؤمنین کی دیگر مختلف صفات کا ذکر کرتے ہوئے آخر پر فرمایا کہ:

وَ الذّٰكِرِيْنَ اللّٰهَ كَثِيْرًا وَّ الذّٰكِرٰتِ اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ مَّغْفِرَةً وَّ اَجْرًا عَظِيْمًا.(33 الاحزاب 35)

اور اللہ کو کثرت سے یاد کرنے والے مرد اور یاد کرنے والی عورتیں اللہ نے ان کے لیے مغفرت اور اجر عظیم تیار کر رکھا ہے۔

9- عذاب قبر سے نجات: اللہ کا ذکر بندے کے لیے عذاب قبر سے نجات کا بھی باعث بنتا ہے۔ حضور اکرم ﷺ کا ارشاد ہے کہ:

"اللہ کے ذکر سے بڑھ کر کسی آدمی کا کوئی عمل عذاب قبر سے نجات دلانے والا نہیں ہے۔"

10- عرش کا سایہ: حضور اکرم ﷺ نے سات آدمیوں کے متعلق فرمایا کہ قیامت کے روز انہیں اللہ اپنے عرش کے سائے تلے جگہ دیں گے۔ ان میں سے ایک وہ بھی ہے کہ جو تنہائی میں اللہ کا ذکر کرے اور اس کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگیں۔

11- رضائے الٰہی کا حصول: ذکر کا ایک بہت بڑا فائدہ یہ ہے کہ ذکر کی وجہ سے بندے کو اللہ کی رضا حاصل ہوتی ہے اور ظاہر ہے کہ اللہ کی رضا سے بڑھ کر کوئی چیز نہیں ہے۔

اجتماعی زندگی پر اثرات:

(اجتماعی فوائد و ثمرات یا اجتماعی ثمرات و نتائج اور افادیت)

1- اخلاق حسنہ کی ترویج: جس معاشرے کے افراد اللہ کی یاد میں مگن رہنے والے ہوں گے اور اللہ کو کثرت سے یاد کرنے والے ہوں گے ظاہر ہے کہ وہ گناہ و عصیان سے بھی پرہیز کرنے والے اور اخلاق حسنہ کو اپنانے والے ہوں گے۔ ان کے دل میں اللہ کا خوف ہوگا اور وہ کسی قسم کے اخلاق سیئہ یا رذائل کی طرف توجہ کرنے والے نہیں ہوں گے۔ اس طرح معاشرے میں اخلاق حسنہ کی ترویج ہوگی۔

2- پاکیزہ ماحول: جس معاشرے کے افراد رذائل سے اجتناب کرنے والے اور فضائل کو اپنانے والے اخلاق سیئہ کو ترک کرنے والے اور اخلاق حسنہ کو اپنی زندگیوں میں نافذ کرنے والے ہوں گے ظاہر ہے کہ اُس معاشرے کا ماحول نہایت پاکیزہ اور صاف ستھرا ہوگا۔ ایسے معاشرے میں گناہ کی طرف رجحان نہیں ہوگا۔

3- رحمت و تسکین کا نزول: ذکر کی مجلس قائم کرنے والوں پر اللہ کی طرف سے رحمت اور تسکین نازل ہوتی ہے۔ فرمان نبوی ﷺ ہے کہ:

"جب کوئی جماعت اللہ کا ذکر کرتی ہے تو فرشتے انہیں گھیر لیتے ہیں اور اُن پر رحمت چھا جاتی ہے اور اُن پر تسکین نازل کی جاتی ہے اور اللہ پاک بھی اُن کا فرشتوں کی مجلس میں ذکر کرتے ہیں۔"

4- پرسکون معاشرہ: ذکر سے چونکہ دلوں کو اطمینان ملتا ہے اور ذکر کی محفلوں پر اللہ رحمت اور تسکین نازل فرماتے ہیں چنانچہ ایسا معاشرہ کہ جس کے افراد ذکر کا اہتمام کرنے والے ہوں گے ایک پرسکون اور مطمئن معاشرہ ہوگا۔

5- دشمن کے مقابلہ میں فلاح: ذکر کرنے والے معاشرے کے افراد اگر حالتِ جنگ میں بھی ہوں تو بھی اللہ کی یاد اور ذکر کو نہیں چھوڑتے۔ اس پر اللہ اُن سے خوش اور راضی ہوتے ہیں اور اپنی خاص مدد اور رحمت سے انہیں فلاح و کامیابی اور دشمن کے مقابلے میں فتح نصیب فرماتے ہیں۔

يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اِذَا لَقِيْتُمْ فِئَةً فَاثْبُتُوْا وَ اذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ○

(8 الانفال 45)

اے ایمان والو! جب تم کسی فوج سے ملو تو ثابت قدم رہو اور کثرت سے اللہ کو یاد کرو تا کہ تم فلاح پا جاؤ۔

☆☆☆☆☆

سوال: ذکر کی شرائط و آداب اور کلمات پر مختصر نوٹ لکھیے۔

جواب

ذکر کی شرائط و آداب اور کلمات

ذکر کی شرائط و آداب:

ذکر اللہ کو یاد کرنا ہے اور اس کی کوئی بھی صورت ہو سکتی ہے لیکن بہر حال چند باتیں ایسی ہیں کہ جن کا ذکر میں خاص طور پر خیال رکھنا ضروری ہے۔ ان کو ذکر کی شرائط یا ذکر کے آداب کہا جا سکتا ہے۔ ذیل میں ہم اُن کا مختصر طور پر ذکر کر رہے ہیں:

1- ایمان: ذکر کے لئے سب سے پہلی شرط ایمان کا ہونا ہے اگر بندے کا ایمان نہیں ہے تو اسے ذکر کرنے سے کوئی فائدہ نہیں پہنچ سکتا۔

2- اصلاح عقائد: ایمان کے علاوہ یہ بھی ضروری ہے کہ اس کے عقائد درست ہوں۔ اللہ پر ایمان کے دعوے کے باوجود اگر وہ شرکیہ یا کفریہ عقائد کو اپنائے ہوئے ہے تو اسے ذکر کا کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔

3- خلوص نیت: اسلام اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے۔ اگر ایک بندے کی نیت صرف اللہ کی رضا کا حصول ہوگی تو پھر تو ذکر سے اس کو فائدہ پہنچے گا لیکن اگر اس کی نیت درست نہیں ہے بلکہ وہ صرف ریا کاری وغیرہ کی وجہ سے اللہ کے ذکر میں مشغول نظر آ رہا ہے تو اس کے ایسے ذکر کا کوئی فائدہ نہیں ہے۔

4- طہارت و پاکیزگی: اللہ کو یاد کرنے اور اللہ کا ذکر کرنے والے کو اپنے جسم، اپنے لباس، اپنے مقام اور اس سے آگے بڑھتے ہوئے اپنے ماحول کی پاکیزگی کا بھی خیال رکھنا چاہیے۔

5- توجہ الی اللہ: ذکر الٰہی کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ بندہ جس ذات کا ذکر کر رہا ہے اس کی طرف اپنی پوری توجہ پھیر رکھے۔ صرف بے خیالی میں زبان سے چند کلمات کا ادا کر دینا یا بے خیالی میں کوئی ایسا کام کر دینا کہ جو نیکی والا ہے، یہی کافی نہیں ہے۔

6- عاجزی و انکساری: اللہ کا ذکر کرنے والے اور اللہ کو یاد کرنے والے میں تکبر نہیں ہونا چاہئے بلکہ اس میں عاجزی و انکساری ہونی چاہئے۔ اسے یہ خیال ہونا چاہیے کہ اللہ مختار کل اور قادر مطلق ہیں اور میں صرف ایک عاجز بندہ ہوں۔

7- احکام شرع کی پیروی: ذکر کرنے والے کے لیے یہ نہایت ضروری ہے کہ وہ احکام شریعت کی پابندی کرے۔ اگر وہ احکام شریعت کی پابندی نہیں کر رہا تو ایسے ذکر کا کوئی فائدہ نہیں ہے۔

8- خلاف شرع امور سے اجتناب: ذکر کے دوران یہ بھی ضروری ہے کہ ذکر کا ایسا طرز اور طریقہ اپنایا جائے کہ جو شریعت اسلامیہ کے عین مطابق ہو۔ کسی قسم کا خلاف شرع کام اللہ کا ذکر نہیں ہو سکتا۔

ذکر کے کلمات:

اگر چہ کسی بھی طرح اللہ کو یاد کرنا ذکر ہے لیکن بعض ایسے کلمات بھی شریعت اسلامیہ نے بتلائے ہیں کہ ان کلمات کے ساتھ اللہ کا ذکر کرنے کی بہت فضیلت ہے۔ چند اہم کلمات یہ ہیں:

1- تہلیل: تہلیل کے الفاظ یہ ہیں: "لا الہ الا اللہ"۔
2- تسبیح: تسبیح کے الفاظ یہ ہیں: "سبحان اللہ"۔
3- تکبیر: تکبیر کے الفاظ یہ ہیں: "اللہ اکبر"۔
4- تحمید: تحمید کے الفاظ یہ ہیں: "الحمد للہ"۔

www.downloadclassnotes.com

سوال: شکر کا معنی و مفہوم' اقسام اور طریقے بتلائیے۔

جواب

شکر: معنی و مفہوم اور اقسام و طریقے

شکر کا معنی و مفہوم:

لغوی معنی: شکر کا لغوی معنی احسان ماننا' احسان کا صلہ دینا' قدر جاننا' جانور کا تھوڑا چارہ کھانے کے بعد موٹا تازہ ہونا اور زیادہ دودھ دینا وغیرہ ہے۔

اصطلاحی مفہوم: اصلاح شریعت میں کسی کے احسان کا اچھا بدلہ دینا شکر کہلاتا ہے۔ شکر و کفر: شکر کے مفہوم کو سمجھنے کے لیے ہمیں اس کی ضد "کفر" کو بھی دیکھنا ہوگا۔ کفر شکر کی ضد ہے کفر کا مطلب یہ ہے کہ احسان ناشناسی کرنا' کسی کے احسان کا اچھا بدلہ نہ دینا' ناشکری کرنا وغیرہ۔

شکر کی اقسام:

بنیادی طور پر شکر کی دو قسمیں ہیں

1- بندوں کا شکر ادا کرنا: اگر کسی بندے نے کسی دوسرے پر کسی قسم کا کوئی احسان کیا ہو تو یہ بندہ اس دوسرے بندے کا محسن ہوگا۔ اب اس دوسرے بندے کو بھی چاہئے کہ وہ اپنے محسن کے احسان کا اسے اچھا بدلہ دے اور اگر اس کے احسان کا عملی طور پر کوئی بدلہ نہیں دے سکتا تو کم از کم دل میں اس کا ممنون رہے اور کوئی ایسا کام نہ کرے کہ جس سے اس کے محسن کو نقصان پہنچ رہا ہو۔ اس کو بندوں کا شکر ادا کرنا کہتے ہیں۔
حضور اکرم ﷺ کا فرمان ہے کہ:

"من لایشکر الناس لایشکر اللّٰہ."

جو لوگوں کا شکر ادا نہیں کرتا وہ اللہ کا شکر ادا نہیں کرتا۔

2- اللہ کا شکر ادا کرنا: اللہ انسان کا محسن و منعم حقیقی ہے۔ ہم پر اللہ رب العزت کے اس قدر احسانات ہیں کہ جن کا ہم شمار بھی نہیں کر سکتے۔

وَ اِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا. (16 النحل 18)

اور اگر تم اللہ کی نعمتوں کو گنو تو ان کو شمار نہیں کر سکتے۔

اس لئے ہم پر لازم ہے کہ ہم اپنے اوپر ہونے والے اللہ کے احسانات کا خیال کرتے ہوئے اپنی زندگیوں کو اللہ کے احکام کے مطابق گزاریں۔ یہ اللہ کا شکر ادا کرنا ہے۔ حضور اکرم ﷺ کی اطاعت بھی چونکہ درحقیقت اللہ ہی کی اطاعت ہے اس لئے ہم اللہ کے شکر میں اس کو بھی شامل کر سکتے ہیں۔ گویا اپنی زندگیوں کو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے احکامات کے مطابق گزارنا اللہ کا شکر ہے۔

وَّ اشْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ اِيَّاهُ تَعْبُدُوْنَ. (16 النحل 114)

اور اللہ کے احسان کا شکر ادا کرو اگر تم اسی کی عبادت کرتے ہو۔

شکر کے طریقے:

شکر ادا کرنے کے تین طریقے ہیں: قلبی شکر' لسانی شکر اور عملی شکر۔ ایک لحاظ سے ہم شکر کے ان طریقوں کو بھی شکر کی اقسام کہہ سکتے ہیں۔

1- قلبی شکر: اسے شکر بالقلب بھی کہا جاسکتا ہے۔ اس سے مراد یہ ہے کہ دل میں اپنے منعم یا محسن کے لیے ممنونیت کے جذبات رکھے جائیں۔ خواہ وہ منعم یا محسن کوئی انسان ہو یا منعم حقیقی و محسن حقیقی اللہ رب العزت ہوں۔ قلبی شکر کا تقاضا ہے کہ دل میں اپنے منعم و محسن کا احسان رکھا جائے' اس کا احترام اور اس کی قدر رکھی جائے اور اس سے محبت رکھی جائے۔

2- لسانی شکر: اسے شکر باللسان، قولی شکر یا شکر بالقول بھی کہا جا سکتا ہے۔ اس سے مراد یہ ہے کہ زبان کے ساتھ اپنے منعم و محسن کا شکر ادا کیا جائے۔ خواہ وہ منعم یا محسن کوئی انسان ہو یا منعم حقیقی و محسن حقیقی اللہ رب العزت ہوں۔ کسی انسان کے لیے لسانی شکر اس طرح ہوگا کہ اسے شکریہ کہہ دیا جائے یا اس کے لیے اچھے جذبات کا اظہار کیا جائے یا اس سے محبت و لگاوٹ کا اظہار کیا جائے یا اس کے احسان کا اعتراف کیا جائے یا اس کی مناسب انداز میں تعریف و توصیف کی جائے وغیرہ اور اللہ رب العزت کے لیے لسانی شکر اس طرح ہوگا کہ اس کی تعریف اور حمد کی جائے اس کے ذکر کے ساتھ زبان کو تر رکھا جائے نماز ادا کی جائے قرآن حکیم کی تلاوت کی جائے اس کے رستے کی طرف دوسروں کو دعوت دی جائے اور تبلیغ کا فریضہ سرانجام دیا جائے وغیرہ۔

3- عملی شکر: اسے شکر بالعمل بھی کہا جا سکتا ہے۔ اس سے مراد یہ ہے کہ اپنے عمل سے اپنے منعم و محسن کا شکر ادا کیا جائے۔ خواہ وہ منعم یا محسن کوئی انسان ہو یا منعم حقیقی و محسن حقیقی اللہ رب العزت ہوں۔ کسی انسان کے لیے عملی شکر یہ ہے کہ کسی طرح اس کے کام آیا جائے اس کی کسی مشکل میں عملی امداد کی جائے اس کے ساتھ نیکی اور خیر خواہی کا سلوک کیا جائے اس کی بات مان کر اس کے کہنے کے مطابق عمل کیا جائے وغیرہ اور اللہ کے لیے عملی شکر یہ ہے کہ اللہ کی دی ہوئی نعمتوں کو اللہ کے احکام کے مطابق صرف کیا جائے مالی و بدنی عبادات کا اہتمام کیا جائے اس کے بتائے ہوئے طریقوں کے مطابق اپنی پوری زندگی کو ڈھالا جائے وغیرہ۔

سوال: شکر کی فضیلت و اہمیت پر جامع مضمون تحریر کیجئے۔

جواب

شکر کی فضیلت و اہمیت

شریعت اسلامیہ میں شکر اور خاص طور پر اللہ کا شکر نہایت اہم ہے۔ ذیل میں ہم شریعت اسلامیہ میں جو مختلف طرح سے شکر کو فضیلت و اہمیت حاصل ہے اس کو بیان کر رہے ہیں:

1- شکر از روئے قرآن: اس سلسلہ میں ہم یہاں صرف چند آیات قرآنیہ ذکر کر رہے ہیں۔

وَاشْكُرُوْا لِيْ وَ لَا تَكْفُرُوْنِ .(2البقرہ 152)

اور میرا احسان مانو اور میری ناشکری نہ کرو۔

وَ اشْكُرُوْا لِلّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ اِيَّاهُ تَعْبُدُوْنَ .(2 البقرہ 172)

اور اللہ کا شکر ادا کرو اگر تم اسی کی عبادت کرتے ہو۔

وَاِنْ تَشْكُرُوْا يَرْضَهُ لَكُمْ. (39 الزمر 7)

اور اگر تم شکر گزار بنو تو اسے تمہارے لئے پسند کرے گا۔

بَلِ اللّٰهَ فَاعْبُدْ وَكُنْ مِّنَ الشّٰكِرِيْنَ .(39 الزمر 66)

بلکہ اللہ ہی کی عبادت کر اور شکر گزاروں میں سے ہو جا۔

وَ اللّٰهُ اَخْرَجَكُمْ مِّنْۢ بُطُوْنِ اُمَّهٰتِكُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ شَيْئًا وَّ جَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَ الْاَبْصَارَ وَ الْاَفْئِدَةَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ .(16 النحل 78)

اور اللہ نے تمہیں تمہاری ماؤں کے پیٹوں سے نکالا کہ تم کچھ بھی نہ جانتے تھے اور تمہیں کان اور آنکھیں اور دل دیئے تا کہ تم شکر گزار بنو۔

2- شکر از روئے حدیث: اس سلسلہ میں ہم یہاں صرف چند احادیث نبویہ ذکر کر رہے ہیں:

☆ ”جو لوگوں کا شکر ادا نہیں کرتا وہ اللہ کا شکر ادا نہیں کرتا۔“

www.downloadclassnotes.com

☆ ''کھانا کھا کر شکر کرنے والا روزہ رکھ کر صبر کرنے والے کی طرح ہے۔''

☆ ''جو شخص کھانا کھائے اور کہے کہ شکر ہے اس اللہ کا کہ جس نے ہر تدبیر اور طاقت کے بغیر مجھے کھانا دیا تو اس کے پہلے گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں۔''

☆ حضرت عمر فاروقؓ نے ایک دفعہ آپ ﷺ سے دریافت کیا کہ ہم کون سا مال جمع کریں؟ فرمایا: ''ذکر کرنے والی زبان اور شکر کرنے والا دل۔''

☆ حضور اکرم ﷺ نے حضرت معاذؓ کو تلقین فرمائی کہ نماز کے بعد یہ دعا مانگا کریں: ''اے اللہ! اپنے ذکر اور اپنے شکر اور اپنی اچھی عبادت پر میری مدد فرما۔''

3- شکر اور اسوۂ رسول ﷺ: حضور اکرم ﷺ ہر وقت عملی طور پر اللہ کے شکر میں مصروف رہتے۔ عبادات کی اس قدر کثرت فرماتے کہ طویل قیام کی وجہ سے پاؤں میں ورم آ جاتا۔ ایک دفعہ جب حضرت عائشہ صدیقہؓ نے پوچھا کہ آپ ﷺ کے تو اگلے پچھلے سب گناہ معاف ہیں تو پھر آپ اس قدر مشقت کیوں فرماتے ہیں؟ آپ ﷺ نے جواب میں ارشاد فرمایا:

''افلا اکون عبدا شکورا۔''

کیا میں شکر گزار بندہ نہ بنوں۔

ایک روایت میں آتا ہے کہ آپ ﷺ جب آئینہ دیکھتے تو بھی اللہ کا شکر ادا فرماتے اور کہتے:

''اللہ کا شکر ہے کہ جس نے میری شکل بھی اچھی بنائی اور میرا اخلاق بھی اچھا بنایا۔''

آپ ﷺ کا شکر کا اس قدر اہتمام بھی شریعت اسلامیہ میں شکر کی فضیلت و اہمیت کو واضح کرتا ہے۔

4- شکر انبیاء کا طرز: شکر کی فضیلت و اہمیت اس بات سے بھی واضح ہوتی ہے کہ شکر صرف حضور اکرم ﷺ کا ہی طرز نہیں تھا بلکہ تمام انبیاء کرامؑ نے شکر کے طرز کو اپنائے رکھا اور وہ سب اللہ کے شکر گزار بندے تھے۔ حضرت نوحؑ کے متعلق قرآن حکیم میں ارشاد ہے کہ:

اِنَّهٗ كَانَ عَبۡدًا شَكُوۡرًا ۔(17 بنی اسرائیل 3)

بے شک وہ شکر گزار بندہ تھا۔

اسی طرح حضرت ابراہیمؑ کے متعلق قرآن حکیم کے الفاظ ہیں:

شَاكِرًا لِّاَنۡعُمِهٖ ۔(16 النحل 121)

اس کی نعمتوں کا شکر کرنے والا۔

5- رحمت عالم ﷺ کو شکر کا حکم: حضور اکرم ﷺ اگرچہ ہر وقت اللہ کی نعمتوں کی شکر گزاری میں مصروف رہتے تھے اس کے باوجود آپ ﷺ کو بھی یہ تاکید کی گئی ہے کہ:

بَلِ اللّٰهَ فَاعۡبُدۡ وَكُنۡ مِّنَ الشّٰكِرِيۡنَ ۔(39 الزمر 66)

بلکہ اللہ ہی کی عبادت کر اور شکر گزاروں میں سے ہو جا۔

6- دیگر انبیاء کو بھی حکم: حضور اکرم ﷺ کے علاوہ دیگر انبیاء کو بھی شکر کا حکم دیا گیا۔ حضرت موسیٰؑ سے فرمایا گیا:

فَخُذۡ مَاۤ اٰتَيۡتُكَ وَكُنۡ مِّنَ الشّٰكِرِيۡنَ ۔(7 الاعراف 144)

پس جو میں نے تمہیں دیا اسے لے لے اور شکر گزاروں میں سے ہو جا۔

7- انبیاء کے گھرانوں کو بھی شکر کا حکم: شکر کی فضیلت و اہمیت کا اندازہ اس بات سے بھی لگایا جا سکتا ہے کہ انبیاء کے گھرانوں کو بھی شکر کی تلقین کی گئی ہے۔ حضرت داؤدؑ کے گھرانے کے متعلق قرآن حکیم میں ارشاد ہے کہ:

اِعْمَلُوْٓا اٰلَ دَاوٗدَ شُكْرًا .(34 سبا 13)
اے داؤدؑ کے گھر والو! احسان مانتے ہوئے کام کرو۔

8-انبیاء کا شکر کی توفیق طلب کرنا: شکر کی فضیلت و اہمیت کا اندازہ اس بات سے بھی لگایا جا سکتا ہے کہ خود انبیاء کرامؑ نے بھی شکر گزاری کی توفیق کے لیے دعائیں فرمائیں۔ حضرت سلیمانؑ کی دعا کا خود قرآن حکیم میں بھی ذکر ہے:

وَقَالَ رَبِّ اَوْزِعْنِیْٓ اَنْ اَشْكُرَ نِعْمَتَكَ الَّتِیْٓ اَنْعَمْتَ عَلَیَّ وَعَلٰی وَالِدَیَّ .(27 النمل 19)
کہنے لگا: اے میرے رب! میری قسمت میں یہ کر دے کہ میں تیرے احسان کا شکر ادا کروں کہ جو تو نے مجھ پر اور میرے والدین پر کیا ہے۔

9-اجر و ثواب کا وعدہ: شکر کی بہت زیادہ فضیلت و اہمیت ہی کی وجہ سے شکر کرنے والوں کے لیے اجر و ثواب کا وعدہ کیا گیا ہے۔

وَ سَیَجْزِی اللّٰهُ الشّٰكِرِیْنَ. (3 ال عمران 144)
اور عنقریب اللہ شکر کرنے والوں کو بدلہ دے گا۔

10-انعامات ربانی کا مقصد: شکر کی فضیلت و اہمیت اس لحاظ سے بھی ہے کہ اللہ رب العزت نے کئی مقامات پر اپنی نعمتوں کے ذکر کے بعد فرمایا ہے کہ یہ نعمتیں تم پر اس لئے کی گئی ہیں کہ تم شکر گزار بن جاؤ۔ گویا انعامات ربانی کا مقصد بھی بندوں کو شکر گزار بنانا ہے۔ مثلاً سورۃ الحج میں جانوروں کا ذکر فرما کر کہا گیا کہ:

كَذٰلِكَ سَخَّرْنٰهَا لَكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ .(22 الحج 36)
اسی طرح انہیں تمہارے لیے مسخر کر دیا تا کہ تم شکر گزار ہو جاؤ۔

سوال: شکر کے انسان کی انفرادی و اجتماعی زندگی پر اثرات کا جائزہ لیجئے۔
☆ شکر کے فوائد و ثمرات تحریر کیجئے۔
☆ شکر کے ثمرات و نتائج اور اس کی افادیت پر بحث کیجئے۔

جواب

شکر کے انسانی زندگی پر اثرات (فوائد، ثمرات، نتائج، افادیت)

شریعت اسلامیہ میں شکر کو ایک نہایت اہم مقام حاصل ہے۔ ذیل میں ہم انسان کی انفرادی اور اجتماعی زندگی پر شکر کے اثرات کا جائزہ لے رہے ہیں۔ شکر کے انسانی زندگی پر ان اثرات کو ہم شکر کے فوائد و ثمرات یا شکر کے ثمرات و نتائج اور اس کی افادیت کا نام بھی دے سکتے ہیں۔

انفرادی زندگی پر اثرات:

(انفرادی فوائد و ثمرات یا انفرادی ثمرات و نتائج اور افادیت)

1-اللہ کا حق ادا کرنا: شکر کے ذریعے بندہ اللہ کا حق ادا کرتا ہے کیونکہ وہ اللہ کے احسانات کو مان کر ان کا شکر ادا کرتا ہے۔ اللہ کی بے شمار نعمتوں اور اللہ کے بے شمار احسانات کا تقاضا ہے کہ اللہ کا شکر ادا کیا جائے اور بندہ شکر کے ذریعے اس تقاضے کو پورا کرتا ہے۔

2-اللہ کی طرف سے پسندیدگی: اگر کوئی بندہ اللہ کا شکر ادا کرتا ہے تو اللہ اس کے شکر کو پسند فرماتے ہیں۔

وَاِنْ تَشْكُرُوْا یَرْضَهُ لَكُمْ. (39 الزمر 7)
اور اگر تم شکر گزار بنو تو اسے تمہارے لئے پسند کرے گا۔

3-انسان کی ہی فلاح: اگر کوئی بندہ اللہ کا شکر ادا کرتا ہے تو اس میں قرآن حکیم کے ارشاد کے مطابق خود اس کی اپنی ہی فلاح اور اپنا ہی فائدہ ہے۔"

وَ مَنْ یَّشْکُرْ فَاِنَّمَا یَشْکُرُ لِنَفْسِہٖ. (31 لقمٰن 12)
اور جو کوئی شکر کرتا ہے تو اپنے ہی لئے شکر کرتا ہے۔

4-خیر ہی خیر: شکر میں انسان کے لیے خیر ہی خیر ہے۔فرمان نبوی ﷺ ہے کہ:

"بندۂ مؤمن کا بھی عجیب حال ہے۔ہر معاملے اور ہر حال میں اس کے لیے خیر ہی خیر ہے۔اگر اس کو خوشی پہنچے تو وہ اپنے رب کا شکر ادا کرتا ہے اور یہ اس کے لیے خیر ہی خیر ہے اور اگر اسے کوئی رنج پہنچتا ہے تو وہ اس پر صبر کرتا ہے اور یہ بھی اس کے لیے خیر ہی خیر اور موجب برکت ہے۔"

5-عاجزی وانکساری: اللہ کا شکر گزار بندہ اللہ کی کبریائی اور اس کے قدرت واختیار کو اور اپنی کمزوری کو تسلیم کرتا ہے اور اس طرح اس میں عاجزی وانکساری کی صفت پیدا ہوتی ہے۔ایسے بندے میں غرور تکبر بالکل نہیں رہتا۔

6-نعمتوں میں اضافہ: شکر گزار بندوں کے لیے اللہ نے نعمتوں میں مزید اضافے کا وعدہ فرمایا ہے۔

لَئِنْ شَکَرْتُمْ لَاَزِیْدَنَّکُمْ. (14 ابراھیم 7)
اگر تم شکر کرو گے تو تمہیں اور بھی دوں گا۔

7- گناہوں کی معافی: شکر کی وجہ سے انسان کے سابقہ گناہ بھی معاف ہوتے ہیں۔حضور اکرم ﷺ کا فرمان ہے کہ:

"جو شخص کھانا کھائے اور کہے کہ شکر ہے اس اللہ کا کہ جس نے ہر تدبیر اور طاقت کے بغیر مجھے کھانا دیا تو اس کے پہلے گناہ معاف کر دیے جاتے ہیں۔"

8-عذاب سے نجات: شکر کرنے والے اور ایمان لانے والے کے متعلق اللہ فرماتے ہیں کہ اللہ ایسے آدمی کو عذاب دے کر کیا کرے گا۔

مَا یَفْعَلُ اللّٰہُ بِعَذَابِکُمْ اِنْ شَکَرْتُمْ وَاٰمَنْتُمْ. (4 النساء 147)
اگر تم شکر کرو اور ایمان لاؤ تو اللہ تمہیں عذاب دے کر کیا کرے گا۔

9-اجر وثواب: شکر کرنے والے کو اجر وثواب بھی عطا ہوتا ہے۔

وَ سَیَجْزِی اللّٰہُ الشّٰکِرِیْنَ .(3 ال عمران 144)
اور عنقریب اللہ شکر کرنے والوں کو بدلہ دے گا۔

10-رضائے الٰہی کا حصول: شکر کا ایک بہت بڑا فائدہ یہ ہے کہ شکر کی وجہ سے بندے کو اللہ کی رضا حاصل ہوتی ہے اور ظاہر ہے کہ اللہ کی رضا سے بڑھ کر کوئی چیز نہیں ہے۔

اجتماعی زندگی پر اثرات:

(اجتماعی فوائد وثمرات یا اجتماعی ثمرات ونتائج اور افادیت)

1-معاشی خوشحالی: شکر کرنے والوں کے لیے چونکہ اللہ رب العزت نے مزید نعمتوں کا وعدہ فرمایا ہے چنانچہ ایسا معاشرہ کہ جس کے افراد شکر کرنے والے ہوں وہاں اللہ کی نعمتوں کی فراوانی ہوگی اور معاشرہ معاشی طور پر خوشحال ہوگا۔

2-اخوت ومحبت: جس معاشرے کے افراد اللہ کے ساتھ ساتھ بندوں کا شکر بھی ادا کرنے والے ہوں گے وہاں آپس کے پیار ومحبت میں اضافہ ہوگا اور اخوت ومحبت کی فضا قائم ہوگی۔

3-معاشرتی روابط میں ترقی: آپس میں پیار ومحبت میں اضافے اور اخوت ومحبت کی فضا قائم ہونے کا یہ لازمی نتیجہ ہوگا کہ لوگ ایک

دوسرے سے اچھا میل ملاپ بڑھائیں گے اوراس طرح معاشرتی روابط میں ترقی ہوگی۔

4- پرامن معاشرے کا قیام: جس معاشرے کے افراد اللہ کا بھی اور بندوں کا بھی شکر ادا کرنے والے ہوں گے ظاہر ہے کہ وہ ایک دوسرے کا احساس رکھنے والے اور ایک دوسرے کی قدر کرنے والے ہوں گے۔ ایسے افراد کسی قسم کے فساد کا موجب نہیں ہوں گے بلکہ معاشرے میں امن وسکون اور باہمی تعاون کے ساتھ زندگی گزارنے والے ہوں گے اور اس طرح جو معاشرہ قائم ہوگا وہ ایک پرامن اور پرسکون معاشرہ ہوگا۔

5- اعلیٰ روایات کی ترویج: ایسا معاشرہ کہ جس کے افراد ایک دوسرے کا اور اللہ کا شکر ادا کرنے والے ہوں گے وہ یقیناً اچھے اخلاق سے بھی متصف ہوں گے۔ پھر جس معاشرے کے افراد اچھے اخلاق والے ہوں گے ظاہر ہے کہ وہاں اچھے اخلاق ہی پروان چڑھیں گے اور اعلیٰ وعمدہ روایات اور اخلاقی اقدار کو فروغ حاصل ہوگا۔

سوال: صبر کا معنی ومفہوم بیان کرتے ہوئے صبر جمیل کی وضاحت کیجئے نیز صبر وتحمل کا فرق واضح کیجئے۔

جواب　صبر: معنی ومفہوم اور صبر جمیل نیز صبر وتحمل کا فرق

صبر کا معنی ومفہوم:

لغوی معنی: صبر کا لغوی معنی ہے: بہادری، تکلیف کو خاموشی سے برداشت کرنا، روکنا، کسی بات پر قائم رہنا، جرأت وشجاعت مصیبت میں بے قراری کا اظہار نہ کرنا، باندھ دینا، قید کرنا، جانور کو بغیر چارے کے رکھنا وغیرہ۔

اصطلاحی مفہوم: اصطلاح شریعت میں صبر سے مراد یہ ہے کہ بندہ ہر قسم کے حالات کا خاموشی وجوانمردی کے ساتھ مقابلہ کرے اور مصائب وآلام کو جرأت وبہادری کے ساتھ برداشت کرے، مشکلات میں واویلا نہ شروع کردے اور مشکل حالات میں اپنے نفس پر کنٹرول رکھے۔

صبر وجمیل:

عموماً صبر کو ان معنوں میں لے لیا جاتا ہے کہ جب مشکل آتی ہے تو فوری طور پر اپنے جذبات پر قابو نہیں رکھا جاتا بلکہ خوب واویلا کیا جاتا ہے۔ جب خوب واویلا کرنے کے بعد بھی یہی محسوس ہوتا ہے کہ اس مصیبت اور تکلیف کا ازالہ ہمارے بس سے باہر ہے اور اس وقت تک واویلا کرنے سے جذبات بھی کچھ ٹھنڈے پڑ چکے ہوتے ہیں اب کہتے ہیں کہ چلو ہم صبر کر لیتے ہیں۔ صبر کا یہ مفہوم صبر جمیل کے بالکل خلاف ہے۔ صبر جمیل کا مفہوم یہ ہے کہ جس وقت مصیبت آئے اسی وقت اس پر صبر کیا جائے۔ حضور اکرم ﷺ سے صبر جمیل کا مفہوم پوچھا گیا تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ:

"وہ ایسا صبر ہے کہ جس پر حرف شکایت نہ ہو۔"

صبر وتحمل کا فرق:

صبر کا مطلب ہے مصیبت کو خندہ پیشانی سے برداشت کرنا اور واویلا نہ کرنا۔ تحمل اس سے قدرے مختلف ہے تحمل کا مطلب یہ ہے کہ اگر آپ یہ محسوس کرتے ہیں کہ کوئی آپ پر زیادتی کر رہا ہے تو جذباتی ہو کر فوراً اس کے مقابلے میں نہ نکل آئیں بلکہ اس کے حالات کا صحیح طور پر جائزہ لیں اور ٹھنڈے دل سے غور کریں کہ کیا واقعی وہ زیادتی کر رہا ہے یا خود آپ کی غلطی ہے۔ پوری طرح معاملے پر غور کرنے کے بعد مناسب قدم اٹھایا جائے۔

سوال: صبر کی فضیلت واہمیت پر جامع مضمون تحریر کیجئے۔

☆ قرآن وسنت کی روشنی میں صبر کی اہمیت بیان کیجئے۔ (گوجرانوالہ بورڈ 2006ء)

☆ اسلامی تعلیمات میں صبر کی اہمیت بیان کیجئے۔ (لاہور بورڈ 2007ء)

☆ صبر کا مفہوم اور قرآن وحدیث سے اس کی اہمیت بیان کیجئے۔ (لاہور بورڈ 2012؛ 2016)

جواب

صبر کی فضیلت واہمیت

شریعت اسلامیہ میں صبر نہایت اہم ہے۔ذیل میں ہم شریعت اسلامیہ میں جو مختلف طرح سے صبر کو فضیلت واہمیت حاصل ہے اس کو بیان کررہے ہیں:

1- صبر از روئے قرآن: اس سلسلہ میں ہم یہاں صرف چند آیات قرآنیہ ذکر کررہے ہیں:

☆ وَاصْبِرْ عَلٰی مَآ اَصَابَکَ. (31 لقمٰن 17)
اور جو کچھ بھی تجھ پر پڑے (یعنی مصیبت آئے) اس پر صبر کر۔

☆ اِنَّمَا یُوَفَّی الصّٰبِرُوْنَ اَجْرَهُمْ بِغَیْرِ حِسَابٍ. (39 الزمر 10)
تحقیق صبر کرنے والوں کو ان کا بے حساب اجر ملتا ہے۔

☆ وَاللّٰهُ مَعَ الصّٰبِرِیْنَ. (2البقرہ 249)
اور اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔
وَ اللّٰهُ یُحِبُّ الصّٰبِرِیْنَ. (3 ال عمران 146)
اور اللہ صبر کرنے والوں کو پسند کرتے ہیں۔

☆ فَاصْبِرْ كَمَا صَبَرَ اُولُوا الْعَزْمِ مِنَ الرُّسُلِ. (46 الاحقاف 35)
پس تو صبر کر جس طرح اولوالعزم رسولوں نے صبر کیا۔

2- صبر از روئے حدیث: اس سلسلہ میں ہم یہاں صرف چند احادیث نبویہ ذکر کررہے ہیں:

☆ ''اور جان لے کہ مدد صبر ہی کے ساتھ ہے۔''

☆ ''صبر روشنی ہے۔'' ☆ ''صبر میری چادر ہے۔''

☆ ''صبر کشائش کی چابی ہے۔'' ☆ ''نصرت (مدد) صبر ہی کے ساتھ ہے۔''

3- صبر اور اسوۂ رسول ﷺ: حضور اکرم ﷺ کی حیات طیبہ اور خاص طور پر کی زندگی صبر سے عبارت ہے۔مکہ والوں نے آپ کو ہر طرح سے تنگ کیا' آپ ﷺ پر کوڑا پھینکا گیا' آپ ﷺ کے راستے میں کانٹے بچھائے گئے' آپ کو مجنون اور دیوانہ کہا گیا' آپ ﷺ پر سجدے کی حالت میں اونٹ کی اوجھری رکھ دی گئی' آپ ﷺ پر طرح طرح کے الزامات رکھے گئے' آپ ﷺ کو دھمکیاں دی گئیں لیکن آپ ﷺ نہایت صبر کے ساتھ سب کچھ برداشت کرتے رہے۔شعب ابی طالب میں آپ ﷺ کو اور آپ ﷺ کے پورے خاندان کو تین سال تک محصور رکھا گیا' طائف میں آپ ﷺ کو لہولہان کر دیا گیا لیکن آپ ﷺ نے صبر کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑا۔ہجرت مدینہ کے بعد بھی قریش نے آپ کو اور آپ ﷺ کے اصحاب کو سکون کا سانس لینے نہیں دیا اور بار بار مدینہ پر حملے کیے لیکن آپ ﷺ نے سب کچھ برداشت کیا اور صبر واستقلال سے اپنے مشن پر ڈٹے رہے۔

4-اسوۂ انبیاء: صبر صرف حضور اکرم ﷺ کا ہی نہیں بلکہ تمام انبیاء کا اسوہ ہے۔ تمام انبیاء کو حق کے راستے سے ہٹانے کی کوششیں کی گئیں، انہیں تکالیف پہنچائی گئیں، انہیں اذیتیں دی گئیں لیکن ان سب نے ان تکالیف اور ان مشکلات کا پامردی سے اور نہایت حوصلے وصبر سے مقابلہ کیا۔ حضرت ایوبؑ کے متعلق خود اللہ رب العزت فرماتے ہیں:

اِنَّا وَجَدْنٰهُ صَابِرًا. (38 ص 44)

بے شک ہم نے اسے صبر کرنے والا پایا۔

حضرت ابراہیمؑ نے جب اپنے بیٹے حضرت اسماعیلؑ کو بتلایا کہ ان کی قربانی کا حکم آیا ہے تو حضرت اسماعیلؑ نے جواب میں یہی فرمایا کہ:

سَتَجِدُنِیْٓ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ مِنَ الصّٰبِرِیْنَ. (37 الصفت 102)

اگر اللہ نے چاہا تو آپ مجھے صبر کرنے والوں میں سے پائیں گے۔

اور قرآن حکیم میں ایک مقام پر تمام اولوالعزم رسلؑ کے متعلق فرمایا گیا ہے کہ ان سب نے صبر سے کام لیا:

فَاصْبِرْ كَمَا صَبَرَ اُولُوا الْعَزْمِ مِنَ الرُّسُلِ. (46 الاحقاف 35)

پس تو صبر کر جس طرح اولوالعزم رسولوں نے صبر کیا۔

5-انبیاء ورسلؑ کو حکم: صبر کی فضیلت واہمیت اس بات سے بھی واضح ہوتی ہے کہ باوجود اس کے انبیاء ورسلؑ انتہائی صابر تھے پھر بھی انہیں صبر کی مزید تاکید فرمائی گئی۔ حضرت صالحؑ سے فرمایا گیا:

اِنَّا مُرْسِلُوا النَّاقَةِ فِتْنَةً لَّهُمْ فَارْتَقِبْهُمْ وَاصْطَبِرْ. (54 القمر 27)

بے شک ہم ان (کفار) کو آزمانے کے لیے اونٹنی بھیجنے والے ہیں پس تو ان کو دیکھتا رہ اور صبر کرتا رہ۔

6-اسوۂ صحابہؓ: حضور اکرم ﷺ کے صحابہ کرامؓ کی زندگیوں کو بھی اگر ہم دیکھیں تو ان کے صبر واستقلال اور استقامت کی مثال ملنا مشکل ہے۔ حضرت بلالؓ کو تپتی ریت پر لٹا کر اوپر بھاری پتھر رکھا گیا، حضرت یاسرؓ پر مظالم کے پہاڑ توڑ کر انہیں شہید کیا گیا، حضرت سمیہؓ کو نیزہ مار کر شہید کیا گیا اور اس سے پہلے طرح طرح کی تکالیف بھی دی گئیں، حضرت عمارؓ کو پانی میں غوطے دلائے گئے، حضرت خبابؓ کو دہکتے انگاروں پر لٹایا گیا، حضرت صہیبؓ کو بے دردی سے پیٹا گیا، حضرت ابوفکیہہ کو پاؤں میں رسی باندھ کر گھسیٹا گیا، حضرت لبینہؓ کو بے تحاشا پیٹا گیا، حضرت سعید بن زیدؓ اور ان کی اہلیہ حضرت فاطمہؓ کو مارا گیا، حضرت عثمان غنیؓ کو رسی سے باندھ کر مارا گیا، حضرت زنیرہؓ کو مار مار کر اندھا کر دیا گیا، حضرت زبیرؓ کو چٹائی میں لپیٹ کر ان کی ناک میں دھواں دیا گیا، حضرت ابوبکر صدیقؓ کو اعلان توحید کی پاداش میں مار مار کر بیہوش کیا گیا، حضرت ہالہؓ کا تلواروں سے قیمہ بنا دیا گیا لیکن ان سب نے صبر واستقلال اور استقامت وپامردی کی مثالیں قائم کر دیں۔

7-صبر مدد کا ذریعہ: صبر کی فضیلت واہمیت کا اندازہ اس بات سے بھی لگایا جا سکتا ہے کہ اہل ایمان کو صبر اور نماز کے ذریعے مدد حاصل کرنے کا کہا گیا ہے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَ الصَّلٰوةِ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ. (2 البقرہ 153)

اے ایمان والو! صبر اور نماز سے مدد حاصل کرو، بے شک اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔

8-عزم الامور: شریعت اسلامیہ میں صبر کی فضیلت واہمیت کا اندازہ اس بات سے بھی لگایا جا سکتا ہے کہ صبر کو عزم الامور یعنی ہمت والے کاموں میں شمار کیا گیا ہے۔

وَ اِنْ تَصْبِرُوْا وَ تَتَّقُوْا فَاِنَّ ذٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ. (3 ال عمران 186)

اور اگر تم صبر کرو اور پرہیزگاری اختیار کرو تو یہ ہمت والے کاموں میں سے ہے۔

9- صبر سے امامت: صبر کی فضیلت واہمیت اس بات سے بھی واضح ہوتی ہے کہ صبر کو امامت کے حصول کا ذریعہ قرار دیا گیا ہے۔

وَ جَعَلْنَا مِنْهُمْ اَئِمَّةً يَّهْدُوْنَ بِاَمْرِنَا لَمَّا صَبَرُوْا. (32 السجدہ 24)

اور جب انہوں نے (بنی اسرائیل نے) صبر کیا تو ہم نے ان میں ائمہ بنائے کہ جو ہمارے حکم سے راہ بتاتے تھے۔

10- صبر کی تبلیغ کا حکم: شریعت اسلامیہ میں صبر کی فضیلت واہمیت اس بات سے بھی واضح ہوتی ہے کہ مؤمنین کو صرف یہی حکم نہیں کیا گیا کہ وہ خود صبر کریں بلکہ انہیں دوسروں کو صبر کی تلقین اور نصیحت کرنے کا بھی حکم دیا گیا ہے۔

ثُمَّ كَانَ مِنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ. (90 البلد 17)

پھر وہ ان لوگوں میں سے ہو کہ جو ایمان والے ہیں اور آپس میں صبر کی تلقین کرتے ہیں۔

سوال: **صبر کے انسان کی انفرادی واجتماعی زندگی پر اثرات کا جائزہ لیجئے۔**

☆ **صبر کے فوائد و ثمرات تحریر کیجئے۔**

☆ **صبر کے ثمرات ونتائج اور اس کی افادیت پر بحث کیجئے۔**

جواب: صبر کے انسانی زندگی پر اثرات (فوائد، ثمرات، نتائج، افادیت)

شریعت اسلامیہ میں صبر کو ایک نہایت اہم مقام حاصل ہے۔ ذیل میں ہم انسان کی انفرادی اور اجتماعی زندگی پر صبر کے اثرات کا جائزہ لے رہے ہیں۔ صبر کے انسانی زندگی پر ان اثرات کو ہم صبر کے فوائد و ثمرات یا صبر کے ثمرات ونتائج اور اس کی افادیت کا نام بھی دے سکتے ہیں۔

انفرادی زندگی پر اثرات:

(انفرادی فوائد و ثمرات یا انفرادی ثمرات ونتائج اور افادیت)

1- اللہ کی معیت: صبر کرنے والوں کو اللہ کی معیت حاصل ہوتی ہے۔

وَاللّٰهُ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ. (2البقرہ 249)

اور اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔

2- اللہ کی پسندیدگی: صبر کرنے والوں کو اللہ پسند فرماتے ہیں۔

وَ اللّٰهُ يُحِبُّ الصّٰبِرِيْنَ. (3 ال عمران 146)

اور اللہ صبر کرنے والوں کو پسند کرتے ہیں۔

3- رب کی عنایات ورحمتیں: صبر کرنے والوں کو رب تعالیٰ نے عنایات اور رحمتوں کی خوشخبری سنائی ہے اور انہیں ہدایت یافتہ قرار دیا ہے۔ سورۃ البقرہ میں صابرین کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

اُولٰٓئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَوٰتٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَ رَحْمَةٌ وَ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُهْتَدُوْنَ. (2 البقرہ 157)

وہی لوگ ہیں کہ جن پر اپنے رب کی طرف سے عنایات اور رحمتیں ہیں اور وہی لوگ ہدایت یافتہ ہیں۔

4- مغفرت اور اجر کبیر: صبر اور نیک اعمال کرنے والوں کے لیے مغفرت اور بڑے اجر کا بھی وعدہ فرمایا گیا ہے۔

اِلَّا الَّذِيْنَ صَبَرُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّ اَجْرٌ كَبِيْرٌ. (11 ھود 11)

مگر وہ لوگ کہ جنھوں نے صبر کیا اور جو اچھے اعمال کرتے رہے ان کے لیے بخشش اور بڑا اجر ہے۔

5- فلاح: صبر کو فلاح کے حصول کا بھی ذریعہ بتلایا گیا ہے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اصْبِرُوْا وَ صَابِرُوْا وَ رَابِطُوْا وَ اتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ. (3 ال عمران 200)

اے ایمان والو! صبر کرو اور مقابلہ میں ڈٹے رہو اور لگے رہو اور اللہ سے ڈرتے رہو تا کہ تم فلاح پا جاؤ۔

6- سلامتی واخروی فلاح: صبر کرنے والوں کو آخرت کا اچھا گھر ملے گا یا یوں کہہ لیجئے کہ انہیں اخروی فلاح حاصل ہوگی اور اس آخرت کے گھر میں فرشتے ان پر سلام کہیں گے۔

سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ فَنِعْمَ عُقْبَى الدَّارِ. (13 الرعد 24)

تم پر صبر کرنے کی وجہ سے سلامتی ہو پس کیا اچھا عاقبت کا گھر ملا ہے۔

حضور اکرم ﷺ ہر سال شہداء کی قبروں پر جا کر یہی آیت پڑھا کرتے تھے۔

7- گناہوں کی معافی: مصائب پر صبر کرنے سے بندے کے گناہوں کی بھی معافی ہوتی ہے خواہ بہت چھوٹی سی مصیبت ہی کیوں نہ آئی ہو۔ حضور اکرم ﷺ کا ارشاد ہے کہ:

"مسلمان پر کوئی بھی مصیبت آتی ہے تو اس کی وجہ سے اللہ اس سے اس کے گناہ ہٹا دیتا ہے یہاں تک کہ خواہ اسے ایک کانٹا ہی چبھا ہو۔"

اب ظاہر ہے کہ یہ بات مصیبت میں خوب واویلا کرنے والے کے لیے نہیں بلکہ صبر کرنے والے کے لیے ہی ہو سکتی ہے۔

8- مشکلات میں آسانی: اللہ رب العزت نے اہل ایمان کو صبر اور نماز کے ذریعے مدد طلب کرنے کی ہدایت فرمائی ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ صبر اور نماز سے مشکلات میں آسانی ہوتی ہے اور مصائب ٹل جاتے ہیں۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَ الصَّلٰوةِ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ. (2 البقرہ 153)

اے ایمان والو! صبر اور نماز سے مدد حاصل کرو بے شک اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔

9- کشائش: صبر کی وجہ سے بندے کی مالی مشکلات دور ہوتی ہیں اور اس کے مال میں کشائش اور فراخی پیدا ہوتی ہے۔ حضور اکرم ﷺ کا فرمان ہے کہ:

"الصبر مفتاح الفرج."

صبر کشائش کی چابی ہے۔

10- امامت: صبر کی وجہ سے اہل ایمان کو امامت کے درجات پر فائز کیا جاتا ہے۔

وَ جَعَلْنَا مِنْهُمْ اَئِمَّةً يَّهْدُوْنَ بِاَمْرِنَا لَمَّا صَبَرُوْا. (32 السجدہ 24)

اور جب انہوں نے (بنی اسرائیل نے) صبر کیا تو ہم نے ان میں ائمہ بنائے کہ جو ہمارے حکم سے راہ بتاتے تھے۔

11- خوشخبری کے حقدار: صبر کرنے والے اللہ کی نظر میں خوشخبری کے حقدار اور مستحق ہیں۔ قرآن حکیم میں اللہ رب العزت نے خود فرمایا ہے کہ:

وَ بَشِّرِ الصّٰبِرِيْنَ. (2 البقرہ 155)

اور صبر کرنے والوں کو خوشخبری دے دیجئے۔

12- جنت: صبر کا بدلہ جنت فرمایا گیا ہے۔

وَجَزٰهُمْ بِمَا صَبَرُوْا جَنَّةً وَّحَرِيْرًا. (76 الدھر 12)

اور ان کے صبر کا بدلہ ان کو جنت (باغ) اور ریشمی لباس (کی صورت میں) دیا۔

13- قوت برداشت میں اضافہ: جو بندہ ہر قسم کے حالات کا صبر سے مقابلہ کرتا ہے اور تکالیف میں اپنے اوپر کنٹرول رکھتا ہے آہستہ آہستہ اس کی قوت برداشت میں اضافہ ہوتا جاتا ہے اور وہ ایک مضبوط آدمی بن جاتا ہے۔

14- ہمت میں اضافہ: صبر ایک نہایت ہمت کا کام ہے جیسا کہ قرآن حکیم میں ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ:

وَ اِنْ تَصْبِرُوْا وَ تَتَّقُوْا فَاِنَّ ذٰلِکَ مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ.(3 ال عمران 186)

اور اگر تم صبر کرو اور پرہیزگاری اختیار کرو تو یہ ہمت والے کاموں میں سے ہے۔

تو اب ایک ایسا کام کہ جو ہمت والا ہے ظاہر ہے کہ اس کے کرنے اور اس کو اپنانے سے انسان کی ہمت میں اضافہ ہوگا۔

15 رضائے الٰہی کا حصول: صبر کا ایک بہت بڑا فائدہ یہ ہے کہ صبر کی وجہ سے بندے کو اللہ کی رضا حاصل ہوتی ہے اور ظاہر ہے کہ اللہ کی رضا سے بڑھ کر کوئی چیز نہیں ہے۔

اجتماعی زندگی پر اثرات:

(اجتماعی فوائد و ثمرات یا اجتماعی ثمرات و نتائج اور افادیت)

1- نزول رحمت: ایک ایسا معاشرہ کہ جس کے افراد صبر کرنے والے ہوں گے ان پر اللہ کی رحمتوں کا نزول ہوگا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اُولٰٓئِکَ عَلَیْهِمْ صَلَوٰتٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَ رَحْمَةٌ وَ اُولٰٓئِکَ هُمُ الْمُهْتَدُوْنَ. (2 البقرہ 157)

وہی لوگ ہیں کہ جن پر اپنے رب کی طرف سے عنایات اور رحمتیں ہیں اور وہی لوگ ہدایت یافتہ ہیں۔

2- دشمن پر غلبہ: صبر کرنے والی جماعت کے لیے اللہ رب العزت نے دشمن پر غلبہ کے بھی وعدے فرمائے ہیں۔

فَاِنْ یَّکُنْ مِّنْکُمْ مِّائَةٌ صَابِرَةٌ یَّغْلِبُوْا مِائَتَیْنِ وَ اِنْ یَّکُنْ مِّنْکُمْ اَلْفٌ یَّغْلِبُوْٓا اَلْفَیْنِ بِاِذْنِ اللّٰهِ وَ اللّٰهُ مَعَ الصّٰبِرِیْنَ.(8 الانفال 66)

پس اگر تم میں سو آدمی صبر کرنے والے ہوں تو وہ دو سو پر غالب ہوں اور اگر تم میں ایک ہزار ہوں تو اللہ کے حکم سے دو ہزار پر غالب ہوں اور اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔

3- اللہ کی نصرت و مدد: ایسا معاشرہ کہ جس کے افراد صبر اور تقویٰ کو اختیار کرنے والے ہوں اللہ ان کی مدد فرماتا ہے اور وہ فتح اور کامیابی و کامرانی سے ہمکنار ہوتے ہیں۔

بَلٰٓی اِنْ تَصْبِرُوْا وَ تَتَّقُوْا وَ یَاْتُوْکُمْ مِّنْ فَوْرِهِمْ هٰذَا یُمْدِدْکُمْ رَبُّکُمْ. (3 ال عمران 125)

ہاں! اگر تم صبر کرو اور تقویٰ اختیار کرو اور وہ (تمہارے دشمن) تم پر اسی وقت آ پڑیں تو تمہارا رب تمہیں مدد بھیجے گا۔

4- دشمن کے مکر و فریب سے نجات: ایسا معاشرہ کہ جس کے افراد صبر اور تقویٰ اختیار کرنے والے ہوں گے وہ دشمن کے مکر و فریب سے محفوظ رہیں گے۔

وَ اِنْ تَصْبِرُوْا وَ تَتَّقُوْا لَا یَضُرُّکُمْ کَیْدُهُمْ شَیْئًا.(3 ال عمران 120)

اور اگر تم صبر کرو اور تقویٰ اختیار کرو تو ان (تمہارے دشمنوں) کا داؤ تمہارا کچھ بھی نہ بگاڑ سکے گا۔

5- معاشی مسائل کا خاتمہ: حضور اکرم ﷺ نے صبر کو کشائش کی چابی قرار دیا ہے۔ یعنی جو صبر کرنے والا ہوگا اللہ اس کے رزق میں کشائش اور فراخی پیدا فرما دیں گے۔ چنانچہ جس معاشرے کے افراد صبر کرنے والے ہوں گے انہیں فراخی اور کشائش ملے گی اور وہ معاشرہ بھی خوشحال ہوگا۔

سوال: قرآن وحدیث کی روشنی میں واضح کیجئے کہ مؤمن کی زندگی صبر وتحمل کی زندگی ہے۔

جواب

مؤمن کی زندگی صبر وتحمل کی زندگی ہے

شریعت اسلامیہ میں صبر وتحمل کی جو فضیلت واہمیت بتلائی گئی ہے اس کو مدنظر رکھتے ہوئے بجا طور پر کہا جاسکتا ہے کہ ایک مؤمن کی زندگی صبر وتحمل کی ہی زندگی ہے۔ اگر اس کی زندگی میں صبر کی اس قدر فضیلت واہمیت کے باوجود صبر نہیں پایا جاتا تو اس کا ایمان کامل نہیں ہوسکتا۔ ذیل میں ہم شریعت اسلامیہ میں جو صبر کو مختلف طرح سے فضیلت واہمیت حاصل ہے اس پر ایک نظر کررہے ہیں تاکہ واضح ہوسکے کہ اسلام میں صبر کی کیا اہمیت ہے کہ جس کی بنا پر ہم یہ کہہ رہے ہیں کہ ایک مؤمن کی زندگی درحقیقت صبر ہی کی زندگی ہے۔

نوٹ: مندرجہ بالا تمہیدی پیراگراف لکھنے کے بعد صبر کی فضیلت واہمیت والا سوال لکھ دینے سے یہ سوال مکمل کیا جاسکتا ہے امید ہے کہ طلبہ اس میں کوئی مشکل محسوس نہیں کریں گے۔

سوال: عفو کا معنی ومفہوم واضح کیجئے نیز اس کی حدود کا جائزہ لیجئے۔

جواب

عفو: معنی ومفہوم اور حدود

عفو کا معنی ومفہوم:

لغوی معنی: عفو کا لغوی معنی ہے: معاف کرنا، سزا نہ دینا، رکنا، ساقط کرنا، مٹنا، ڈھانپنا، مٹانا، بدلہ نہ لینا وغیرہ۔

اصطلاحی مفہوم: شریعت کی اصطلاح میں عفو سے مراد یہ ہے کہ کسی کے تکلیف دینے اور اس کے تنگ کرنے کے باوجود اسے معاف کردینا اور بدلہ لینے سے اجتناب کرنا۔

عفو کی حدود:

اسلام میں عفو کی کیا حدود ہیں اور کب تک یا کہاں تک کسی کو معاف کیا جاسکتا ہے؟ اس کا جواب سمجھنے کے لیے ہمیں چند پوائنٹس کو ذہن نشین رکھنا ہوگا۔

(i) صرف معافی کا تصور: معافی اور عفو ودرگزر بہت بہتر ہے اور شریعت اسلامیہ نے اس کی ترغیب بھی دی ہے۔ چنانچہ ارشاد ربانی ہے:

فَاعْفُ عَنْهُمْ وَ اصْفَحْ. (5 المائدہ 13)

پس ان کو معاف کردے اور درگزر کر۔

لیکن کیا ہمیشہ معاف کردینا ہی مناسب ہے؟ کہ جس طرح عیسائیت کی تبلیغ ہے کہ:

''جو تیرے ایک گال پر طمانچہ مارے دوسرا بھی اس کی طرف پھیر دے اور جو تیرا چوغہ لے اس کو کرتہ لینے سے بھی منع نہ کر۔''
(لوقا باب 6 آیت 29)

گویا اس سے انتقام کا کوئی راستہ نہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ اگر صرف معافی کا ہی تصور ہو اور قصاص وانتقام کو بالکل نہ لیا جائے تو ہر جرم کرنے والے کا حوصلہ بڑھتا جائے گا اور معاشرے میں جرائم کے عام ہونے سے معاشرتی بے سکونی اور فساد میں اضافہ ہوتا چلا جائے گا اور معاشرہ تباہی وبربادی کی طرف چلا جائے گا۔

(ii) صرف انتقام وقصاص کا تصور: دوسری طرف قصاص بھی نہایت اہم ہے اور اللہ رب العزت کا ارشاد ہے کہ:

وَ لَكُمْ فِي الْقِصَاصِ حَيٰوةٌ يٰٓاُولِي الْاَلْبَابِ. (2 البقرہ 179)

اور اے عقل والو! تمہارے لیے قصاص میں زندگی ہے۔

لیکن کیا ہمیشہ انتقام اور قصاص لینا مناسب ہے؟ کہ جس طرح یہودیت کی تعلیم ہے کہ: "اگر کوئی کسی آدمی کو ایسا مارے کہ وہ مر جائے تو وہ قطعی جان سے مارا جائے۔" (خروج باب 21 آیت 12)

"اور تجھ کو ذرا ترس نہ آئے۔ جان کا بدلہ جان، آنکھ کا بدلہ آنکھ، دانت کا بدلہ دانت، ہاتھ کا بدلہ ہاتھ اور پاؤں کا بدلہ پاؤں ہو۔" (استثناء باب 19 آیت 21)

یہاں "قطعی" کے لفظ سے اور "ذرا ترس نہ آئے۔" کے لفظوں سے واضح ہوتا ہے کہ معافی کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اگر صرف انتقام اور قصاص ہی کو لیا جائے اور معافی کا تصور بالکل ختم کر دیا جائے تو یہ اخلاق کی پاکیزگی کو آہستہ آہستہ ختم کر دے گا اور معاشرہ میں بگاڑ پیدا ہوگا۔

(iii) اعتدال کی راہ: جب صرف معافی اور صرف انتقام و قصاص کے دونوں ہی راستے غلط اور معاشرے کے لیے نقصان دہ ہیں تو پھر اعتدال کی راہ ہی مناسب ہے اور وہ یہ ہے کہ حسب موقع معافی اور انتقام و قصاص دونوں کی گنجائش رکھی جائے جیسا کہ اسلام کی تعلیم ہے کہ:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِصَاصُ فِى الْقَتْلٰى اَلْحُرُّ بِالْحُرِّ وَ الْعَبْدُ بِالْعَبْدِ وَ الْاُنْثٰى بِالْاُنْثٰى فَمَنْ عُفِىَ لَهٗ مِنْ اَخِيْهِ شَىْءٌ فَاتِّبَاعٌ بِالْمَعْرُوْفِ وَ اَدَآءٌ اِلَيْهِ بِاِحْسَانٍ. (2 البقرہ 178)

اے ایمان والو! تم پر مقتولوں میں قصاص فرض کیا گیا ہے۔ آزاد کے بدلے آزاد اور غلام کے بدلے غلام اور عورت کے بدلے عورت۔ پھر جس کو اپنے بھائی کی طرف سے کچھ معاف کیا جائے تو دستور کے مطابق پیروی کرنی چاہیے اور اس کو اچھائی کے ساتھ ادا کرنا چاہیے۔

اس آیت کی تفسیر میں مولانا قاضی عصمت اللہ اپنی کتاب "نظم الدرر" میں لکھتے ہیں:

"اس آیت میں قتل عمد کا حکم قصاص بیان کیا گیا ہے۔ ساتھ ہی مقتول کے ولی کا معاف کرنا بھی ذکر کیا گیا ہے۔ معاف کرنا اور صلح کرنا معاوضہ لے کر ہو یا بغیر معاوضہ ہو سب جائز ہے۔ یہود کی شریعت میں صرف قصاص تھا، نصاریٰ کی شریعت میں صرف معافی تھی، اسلامی شریعت میں ساری صورتیں جائز رکھ کر تخفیف کر دی گئی۔"

(iv) معافی کی گنجائش کہاں ہے؟ اب جبکہ اللہ رب العزت قصاص و انتقام اور معافی و درگزر دونوں کی اجازت دے رہے ہیں تو ہمیں یہ بھی دیکھنا ہوگا کہ کہاں کہاں قصاص ہی ضروری ہے اور کہاں کہاں معافی کی گنجائش موجود ہے؟ اس کے لیے ہم یہ کہیں گے کہ ایسے جرائم کہ جن پر حدود جاری ہوتی ہیں انہیں معاف کرنے کا کسی کو اختیار حاصل نہیں ہے بلکہ ان میں تخفیف بھی نہیں کی جا سکتی۔ وہ اللہ کا حق ہیں اور جس طرح اللہ نے حکم دیا ہے اسی طرح نافذ ہوں گی باقی جو معاملات بندوں کے حقوق ہیں ان میں بندوں کو معافی کا بھی اختیار حاصل ہے لیکن یہ بھی خیال رہنا چاہیے کہ اگر معافی سے مجرم کی اصلاح ہونے کی بجائے اس میں مزید بگاڑ پیدا ہونے کا ڈر ہو کہ مثلاً اس کا حوصلہ مزید کھل جائے گا اور وہ جرائم کے ارتکاب میں مزید شیر ہو جائے گا تو ایسی صورت میں معافی نہیں دینی چاہیے۔

سوال: عفو کی فضیلت و اہمیت پر جامع مضمون تحریر کیجیے۔

جواب

عفو کی فضیلت و اہمیت

شریعت اسلامیہ میں عفو نہایت اہم ہے۔ ذیل میں ہم شریعت اسلامیہ میں جو مختلف طرح سے عفو کو فضیلت و اہمیت حاصل ہے اس کو بیان کر رہے ہیں:

1- عفو از روئے قرآن: اس سلسلہ میں ہم یہاں صرف چند آیات قرآنیہ ذکر کر رہے ہیں:

www.downloadclassnotes.com

☆ وَلْيَعْفُوْا وَلْيَصْفَحُوْا. (24 النور 22)
اور چاہیے کہ معاف کر دیں اور درگزر کریں۔

☆ فَاعْفُ عَنْهُمْ وَ اصْفَحْ. (5 المائدہ 13)
پس ان کو معاف کر دے اور درگزر کر۔

☆ خُذِ الْعَفْوَ وَاْمُرْ بِالْعُرْفِ وَ اَعْرِضْ عَنِ الْجٰهِلِيْنَ. (7 الاعراف 199)
معافی کو اپنا لے اور نیکی کا حکم کر اور جاہلوں سے اعراض کر۔

☆ فَمَنْ عَفَا وَاَصْلَحَ فَاَجْرُهٗ عَلَى اللّٰهِ. (42 الشوری 40)
پس جو کوئی معاف کرے اور اصلاح کرے تو اس کا ثواب اللہ کے ذمہ ہے۔

☆ وَ اَنْ تَعْفُوْٓا اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى. (2 البقرہ 237)
اور یہ کہ تم معاف کر دو یہ تقویٰ کے زیادہ قریب ہے۔

2- عفو از روئے حدیث: اس سلسلہ میں ہم یہاں صرف چند احادیث نبویہ ذکر کر رہے ہیں:

☆ ''قیامت کے دن ان لوگوں کو پکار کر ان کا اجر دیا جائے گا جو دنیا میں لوگوں کی خطائیں معاف کر دیا کرتے تھے۔''

☆ ''جو آدمی چاہتا ہے کہ قیامت کے دن اس کے درجے بلند ہوں اس کو چاہیے کہ وہ اس آدمی سے درگزر کرے، جس نے اس پر ظلم کیا ہو۔''

☆ ''میرے رب نے مجھے حکم دیا ہے کہ جو کوئی مجھ پر ظلم کرے میں اس کو قدرت انتقام کے باوجود معاف کر دوں۔''

☆ ''پہلوان پچھاڑنے سے نہیں ہوتا بلکہ پہلوان وہ ہے کہ جو غصہ کے وقت اپنے آپ پر قابو رکھے۔''

☆ ''اللہ عفو کرنے والے کی عزت میں ہی اضافہ کرتے ہیں۔''

3- عفو اور اسوۂ رسول ﷺ: حضور اکرم ﷺ کی حیات طیبہ میں ہمیں عفو کی بے شمار مثالیں ملتی ہیں۔ مکی دور نبوی میں اہل مکہ نے آپ ﷺ کے ساتھ کیا کچھ نہیں کیا فتح مکہ کے موقع پر آپ ﷺ چاہتے تو ایک ایک سے گن گن کر بدلے لے سکتے تھے لیکن آپ ﷺ نے چند افراد کے علاوہ سب کو معاف فرما دیا۔ ان چند افراد کے جرائم بہت زیادہ ہونے کی وجہ سے انہیں معاف نہ کیا گیا لیکن پھر ان میں سے بھی جب عبداللہؓ بن سعد بن ابو سرح، عکرمہؓ بن ابو جہل، ہبارؓ بن اسود، کعبؓ بن زہیر، وحشی بن حرب، ہندہؓ بنت عتبہ اور سارہؓ نے دربار نبوت میں حاضر ہو کر معافی طلب کر لی اور اسلام قبول کر لیا تو انہیں آپ ﷺ نے معاف فرما دیا۔ طائف میں آپ ﷺ کو لہولہان کیا گیا لیکن جب فرشتۂ جبریل نے آ کر اجازت چاہی کہ ان لوگوں کو پہاڑوں پر پیس کر رکھ دیا جائے تو آپ ﷺ نے درگزر سے ہی کام لیا بلکہ ان کے لیے دعا بھی فرمائی۔ صلح حدیبیہ کے موقع پر ایک طرف صلح کی بات چیت جاری تھی اور دوسری طرف قریش نے حضور اکرم ﷺ کے قتل کا منصوبہ بنا کر اسی آدمیوں کو بھیجا، یہ سب پکڑ لئے گئے لیکن آپ ﷺ نے انہیں معاف فرما دیا۔ اپنے چچا حضرت حمزہؓ کے قاتلوں کو معاف فرما دیا۔ رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی کہ جو آپ ﷺ کو ہر موقع پر نقصان پہنچانے کی کوششوں میں رہا آپ ﷺ نے اس کے کفن کے لیے اپنا کرتہ مرحمت فرما دیا۔ ہبارؓ بن اسود نے قبول اسلام سے قبل آپ ﷺ کی صاحبزادی حضرت زینبؓ کو ہجرت کے دوران نیزہ مارا تھا جس سے ان کا حمل بھی ساقط ہو گیا تھا لیکن آپ ﷺ نے انہیں بھی معاف فرما دیا۔ حقیقت یہ ہے کہ دنیا کی کوئی تاریخ عفو و درگزر کی ایسی مثالیں نہیں پیش کر سکتی جیسی مثالیں ہمیں رحمت عالم ﷺ کی حیات طیبہ میں ملتی ہیں۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں:

''رسول اللہ ﷺ نے اپنی ذات کے لیے کبھی انتقام نہیں لیا۔''

4- اسوۂ صحابہؓ: مکہ والوں نے حضور اکرم ﷺ کے اصحابؓ کو بھی طرح طرح کی اذیتیں پہنچائی تھیں:

حضرت بلالؓ کو تپتی ریت پر لٹا کر اوپر بھاری پتھر رکھا گیا، حضرت یاسرؓ پر مظالم کے پہاڑ توڑ کر انہیں شہید کیا گیا، حضرت سمیہؓ کو

نیزہ مار کر شہید کیا گیا اور اس سے پہلے طرح طرح کی تکالیف بھی دی گئیں' حضرت عمارؓ کو پانی میں غوطے دلائے گئے' حضرت خبابؓ کو دہکتے انگاروں پر لٹایا گیا' حضرت صہیبؓ کو بے دردی سے پیٹا گیا' حضرت ابوفکیہہؓ کو پاؤں میں رسی باندھ کر گھسیٹا گیا' حضرت لبینہؓ کو بے تحاشا پیٹا گیا' حضرت سعید بن زیدؓ اور ان کی اہلیہ حضرت فاطمہؓ کو مارا گیا' حضرت عثمان غنیؓ کو رسی سے باندھ کر مارا گیا' حضرت زنیرہؓ کو مار مار کر اندھا کر دیا گیا' حضرت زبیرؓ کو چٹائی میں لپیٹ کر ان کی ناک میں دھواں دیا گیا' حضرت ابوبکر صدیقؓ کو اعلان توحید کی پاداش میں مار مار کر بیہوش کیا گیا' حضرت ہالہؓ کا تلواروں سے قیمہ بنا دیا گیا لیکن فتح مکہ کے موقع پر جب حضور اکرم ﷺ نے عفو عام کا اعلان کیا تو ان میں سے کسی نے یا ان میں سے شہید ہو جانے والوں کے لواحقین میں سے کسی نے بھی آپ ﷺ سے یہ درخواست نہیں کی کہ ہم پر مظالم کرنے والے اور ہمارے اقارب کو شہید کرنے والے بہت سے لوگ ان میں موجود ہیں اور ہم ان سے بدلہ لینا چاہتے ہیں' ہمیں بدلے کا اختیار دیا جائے بلکہ سب نے حضور اکرم ﷺ کے اعلان کے ساتھ ہی خود بھی اپنے اوپر مظالم کرنے والوں اور اپنے اقارب کو شہید کرنے والوں کو صدقِ دل سے معاف کر دیا۔

5- اصحاب رسول ﷺ کو حکم: باوجود اس کے کہ صحابہ کرامؓ بہت زیادہ عفو درگزر سے کام لینے والے تھے لیکن پھر بھی اگر کسی موقع پر کسی صحابی نے کچھ سختی کا رویہ اپنایا تو اس پر تنبیہ فرما دی گئی۔ جب منافقین نے حضرت عائشہؓ پر بہتان لگایا تو کچھ سچے مسلمان بھی ان کی باتوں سے متاثر ہو گئے جن میں حضرت ابوبکر صدیقؓ کے بھانجے حضرت مسطحؓ بھی تھے۔ اس سے قبل حضرت ابوبکر صدیقؓ ان کی کافی امداد کیا کرتے تھے لیکن جب انہوں نے آپؓ کی بیٹی پر الزام لگانے والوں کا ساتھ دیا تو حضرت ابوبکر صدیقؓ نے فیصلہ کر لیا کہ آئندہ ان کی امداد نہیں کرنی لیکن اللہ رب العزت کی طرف سے تنبیہ آ گئی کہ:

وَلَا يَأْتَلِ أُولُوا الْفَضْلِ مِنْكُمْ وَالسَّعَةِ أَنْ يُؤْتُوا أُولِي الْقُرْبٰى وَالْمَسٰكِيْنَ وَالْمُهٰجِرِيْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلْيَعْفُوْا وَلْيَصْفَحُوْا. (24 النور 22)

اور تم میں سے فضل اور کشائش والے قریبیوں' مسکینوں اور اللہ کی راہ میں ہجرت کرنے والوں کو دینے سے قسم نہ کھا بیٹھیں اور چاہیئے کہ معاف کر دیں اور درگزر کریں۔

6- قاتل کو بھی معاف کر دینے کی اجازت: شریعت اسلامیہ میں عفو کی فضیلت واہمیت کا اندازہ اس بات سے بھی لگایا جا سکتا ہے کہ قتل جیسا گناہ کرنے والے کے لیے بھی مقتول کے وارثوں کو یہ اجازت دی گئی ہے کہ وہ چاہیں تو قاتل کو معاف کر سکتے ہیں۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِصَاصُ فِي الْقَتْلٰى اَلْحُرُّ بِالْحُرِّ وَ الْعَبْدُ بِالْعَبْدِ وَ الْاُنْثٰى بِالْاُنْثٰى فَمَنْ عُفِيَ لَهٗ مِنْ اَخِيْهِ شَيْءٌ فَاتِّبَاعٌ بِالْمَعْرُوْفِ وَ اَدَآءٌ اِلَيْهِ بِاِحْسَانٍ. (2 البقرہ 178)

اے ایمان والو! تم پر مقتولوں میں قصاص فرض کیا گیا ہے۔ آزاد کے بدلے آزاد اور غلام کے بدلے غلام اور عورت کے بدلے عورت۔ پھر جس کو اپنے بھائی کی طرف سے کچھ معاف کیا جائے تو دستور کے مطابق پیروی کرنی چاہیئے اور اس کو اچھائی کے ساتھ ادا کرنا چاہیئے۔

7- غیر مسلموں سے بھی درگزر کا حکم: شریعت اسلامیہ میں عفو کی فضیلت واہمیت اس بات سے بھی ظاہر ہوتی ہے کہ غیر مسلم یہود سے بھی عفو و درگزر سے کام لینے کا حکم دے دیا گیا' باوجود اس کے کہ وہ اہل ایمان کو دوبارہ کفر کی طرف لے جانے کی کوششوں میں مصروف تھے۔

وَدَّ كَثِيْرٌ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ لَوْ يَرُدُّوْنَكُمْ مِّنْ م بَعْدِ اِيْمَانِكُمْ كُفَّارًا حَسَدًا مِّنْ عِنْدِ اَنْفُسِهِمْ مِّنْ م بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ الْحَقُّ فَاعْفُوْا وَاصْفَحُوْا حَتّٰى يَاْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ. (2البقرہ 109)

بہت سے اہل کتاب حق ظاہر ہو جانے کے باوجود اپنے دلی حسد کی وجہ سے تمہیں تمہارے ایمان کے بعد کفر کی طرف پھیرنا چاہتے ہیں' پس تم معاف کرو اور درگزر کرو یہاں تک کہ اللہ اپنا حکم بھیج دے۔ البتہ بعد میں جب ان یہود کی شرارتیں اور ان کا فساد حد سے

بڑھ گیا تو ان سے لڑنے اور انہیں مدینہ سے نکالنے کا بھی حکم آ گیا۔

8- عفو الٰہی صفت ہے: عفو کی فضیلت و اہمیت کا اندازہ اس بات سے بھی لگایا جا سکتا ہے کہ عفو کو خود اللہ کریم کی صفات میں شمار کیا گیا ہے۔

فَاِنَّ اللّٰہَ کَانَ عَفُوًّا قَدِیْرًا.(4 النساء 149)

پس بے شک اللہ معاف کرنے والے، قدرت رکھنے والے ہیں۔

9- متقین کی صفت: شریعت اسلامیہ میں عفو کی فضیلت و اہمیت کا اندازہ اس بات سے بھی کیا جا سکتا ہے کہ عفو کو متقین کی صفات میں شمار کیا گیا ہے۔ سورۃ ال عمران میں متقین کی صفات گنواتے ہوئے فرمایا گیا:

وَ الْکٰظِمِیْنَ الْغَیْظَ وَ الْعَافِیْنَ عَنِ النَّاسِ .(3 ال عمران 134)

اور اپنے غصے کو دبانے والے اور لوگوں کو معاف کر دینے والے۔

سوال: **عفو کے انسان کی انفرادی و اجتماعی زندگی پر اثرات کا جائزہ لیجئے۔**

☆ **عفو کے فوائد و ثمرات تحریر کیجئے۔**

☆ **عفو کے ثمرات و نتائج اور اس کی افادیت پر بحث کیجئے۔**

جواب: عفو کے انسانی زندگی پر اثرات (فوائد، ثمرات، نتائج، افادیت)

شریعت اسلامیہ میں عفو کو ایک نہایت اہم مقام حاصل ہے۔ ذیل میں ہم انسان کی انفرادی اور اجتماعی زندگی پر عفو کے اثرات کا جائزہ لے رہے ہیں۔ عفو کے انسانی زندگی پر ان اثرات کو ہم عفو کے فوائد و ثمرات یا عفو کے ثمرات و نتائج اور اس کی افادیت کا نام بھی دے سکتے ہیں۔

انفرادی زندگی پر اثرات:

(انفرادی فوائد و ثمرات یا انفرادی ثمرات و نتائج اور افادیت)

1- تقویٰ: عفو و درگزر سے انسان میں تقویٰ کی صفت پیدا ہوتی ہے کیونکہ قرآن حکیم میں عفو کو تقویٰ کے زیادہ قریب کہا گیا ہے۔

وَ اَنْ تَعْفُوْٓا اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰی .(2 البقرہ 237)

اور یہ کہ تم معاف کر دو، یہ تقویٰ کے زیادہ قریب ہے۔

2- اللہ کی محبت کا حصول: دوسروں کی غلطیوں کو معاف کر دینے سے اللہ رب العزت کی محبت حاصل ہوتی ہے۔ سورۃ ال عمران میں معاف کرنے والوں کا ذکر فرما کر انہیں (المحسنین) فرمایا گیا ہے اور پھر فرمایا گیا ہے کہ اللہ (المحسنین) کو پسند کرتے ہیں:

وَ الْکٰظِمِیْنَ الْغَیْظَ وَ الْعَافِیْنَ عَنِ النَّاسِ .(3 ال عمران 134)

اور اپنے غصے کو دبانے والے اور لوگوں کو معاف کر دینے والے، اور اللہ احسان کرنے والوں کو پسند کرتے ہیں۔

3- بخشش و مہربانی: دوسروں کو معاف کرنے، ان سے درگزر کرنے اور ان کی خطائیں بخش دینے والوں کے لیے اللہ بھی بخشش اور مہربانی فرماتے ہیں۔

وَاِنْ تَعْفُوْا وَتَصْفَحُوْا وَتَغْفِرُوْا فَاِنَّ اللّٰہَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ .(64 التغابن 14)

اور اگر تم معاف کرو اور درگزر کرو اور بخش دو تو بے شک اللہ (بھی) بخشنے والا مہربان ہے۔

4- دشمنیوں کا خاتمہ: معاف کر دینے کی وجہ سے دشمن کے دل میں بھی بندے کی قدر و منزلت پیدا ہوتی ہے اور وہ دشمنی سے باز آ جاتا ہے۔ اس طرح آپس کی دشمنیوں کا خاتمہ ہوتا ہے۔

5- عزت و وقار: معاف کر دینے والے اور انتقام نہ لینے والے کی عزت و وقار میں اضافہ ہوتا ہے۔ ہر کوئی اسے عزت کی نظر سے دیکھتا ہے اور اس کی تعظیم کرتا ہے۔

6- وسعت قلبی: دوسروں کو معاف کر دینے والا بندہ چونکہ اپنے غصے پر فوری طور پر قابو پا کر معاف کرتا ہے اس سے اس کو اپنے نفس پر کنٹرول حاصل ہوتا ہے۔

7- نفس پر کنٹرول: دوسروں کو معاف کر دینے والا بندہ چونکہ اپنے غصے پر فوری طور پر قابو پا کر معاف کرتا ہے اس سے اس کو اپنے نفس پر کنٹرول حاصل ہوتا ہے۔

8- ایثار و قربانی کا جذبہ: دوسروں کی خطائیں اور لغزشیں معاف کر دینے والے بندے میں ایثار و قربانی کا جذبہ پیدا ہوتا ہے کیونکہ وہ ایثار کرتے ہوئے ہی اپنا نقصان ہونے کے باوجود دوسروں کو معاف کرتا ہے۔

9- رضائے الٰہی کا حصول: عفو کا ایک بہت بڑا فائدہ یہ ہے کہ عفو کی وجہ سے بندے کو اللہ کی رضا حاصل ہوتی ہے اور ظاہر ہے کہ اللہ کی رضا سے بڑھ کر کوئی چیز نہیں ہے۔

اجتماعی زندگی پر اثرات (اجتماعی فوائد و ثمرات یا اجتماعی ثمرات و نتائج اور افادیت):

1- آپس کی محبت میں اضافہ: ایک دوسرے کو معاف کر دینے کی وجہ سے آپس میں ایک دوسرے کے لیے محبت بڑھتی ہے۔

2- نسلی فسادات کا خاتمہ: اگر معافی اور درگزر کی روش نہ ہو اور اس کی بجائے انتقام کا سلسلہ ہو تو یہ سلسلہ نسل در نسل چلتا ہے اور اس نسل در نسل انتظام کے سلسلہ میں کئی جانیں ضائع ہو جاتی ہیں۔ اس کے برعکس اگر عفو و درگزر سے کام لیا جائے تو یہ نسلی فسادات ختم ہو سکتے ہیں۔

3- معاشرتی امن: جس معاشرہ میں عفو و درگزر سے کام لیا جاتا ہو وہاں سے فسادات اور دشمنیوں کا خاتمہ ہوگا اور آپس کی محبتوں میں اضافہ ہوگا۔ اس طرح معاشرے میں امن و سکون پیدا ہوگا۔

4- اخلاقی اقدار کا فروغ: جس معاشرہ کے افراد ایک دوسرے کو معاف کر دینے والے ہوں گے وہاں ایک دوسرے کے لیے محبت اور ایک دوسرے کا احساس پیدا ہوگا۔ اس طرح اس معاشرے میں اخلاقی قدروں کو فروغ حاصل ہوگا۔

5- معاشرتی روابط میں ترقی: ایک دوسرے کو معاف کرنے سے آپس میں محبت کے اضافے اور دشمنیوں کے خاتمے سے آپس کے معاشرتی تعلقات میں بھی بہتری پیدا ہوتی ہے اور اچھے معاشرتی روابط میں ترقی پیدا ہوتی ہے۔

سوال: **عدل کا معنی و مفہوم واضح کرتے ہوئے انفرادی و اجتماعی عدل کی وضاحت کیجئے۔**

جواب

عدل: معنی و مفہوم اور انفرادی و اجتماعی عدل

عدل کا معنی و مفہوم:

لغوی معنی: عدل کا لغوی معنی ہے: سیدھا کرنا، توازن قائم کرنا، کسی چیز کو صحیح مقام پر رکھنا، پیمانہ، بدلہ، معاملات میں اعتدال اور برابر وغیرہ۔

اصطلاحی مفہوم: شریعت اسلامیہ کی اصطلاح میں ہر ایک کو اس کے حق کے مطابق دینا، حتیٰ کہ خود اپنے آپ کو بھی اپنے حق کے مطابق دینا اور کسی کے یا اپنے حق میں کمی بیشی نہ کرنا عدل ہے۔

www.downloadclassnotes.com

انفرادی واجتماعی عدل:

عدل کی دو قسمیں ہیں: انفرادی عدل اور اجتماعی عدل۔ ذیل میں ہم ان دونوں کی وضاحت کر رہے ہیں:

1- انفرادی عدل: انفرادی عدل سے مراد اپنی ذات کے ساتھ عدل ہے۔ اس میں سب سے اہم چیز یہ ہے کہ زندگی کے ہر شعبہ میں اعتدال اور میانہ روی کو اختیار کیا جائے: اپنے اوقات کو صحیح انداز میں تقسیم کیا جائے کہ کام کو بھی مناسب وقت دیا جائے اور تفریح اور آرام کو بھی؛ نیز یہ کہ دین و دنیا میں بھی اعتدال رکھا جائے نہ تو رہبانیت اختیار کر کے دنیا کو بالکل چھوڑ دیا جائے اور نہ ہی فرعونیت کا مظاہرہ کرتے ہوئے دین سے مکمل طور پر غفلت برتی جائے۔ اعتدال و میانہ روی کے علاوہ انفرادی عدل میں یہ بھی شامل ہے کہ اپنی طاقت کے مطابق کام کیا جائے' اپنے اوپر اپنی طاقت سے بڑھ کر بوجھ نہ ڈالا جائے کیونکہ یہ اپنے نفس پر ظلم ہوگا جو عدل کے خلاف ہے۔ اپنے جذبات و میلانات میں مناسب توازن بھی انفرادی عدل کا حصہ ہے۔

2- اجتماعی عدل: اجتماعی عدل سے مراد دوسروں کے ساتھ عدل کا مظاہرہ کرنا ہے۔ اس میں ہر ایک کا حق ادا کرنا شامل ہے: خواہ وہ بندے کا حق ہو یا خدا کا۔ دوسروں کے مراتب کا احساس کرتے ہوئے ان سے معاملہ کرنا بھی اجتماعی عدل کے ذیل میں آتا ہے مثلاً حضور اکرم ﷺ کی ذات گرامی کو لے لیجئے' آپ ﷺ کے ساتھ وہی تعلق رکھنا عدل ہوگا کہ جس تعلق کا آپ ﷺ کی حیثیت تقاضا کرتی ہے۔ آپ ﷺ کو اللہ کا بندہ اور رسول تسلیم کرنا اور آخری نبی ماننا عدل ہوگا لیکن اگر آپ ﷺ کو رسالت کے مرتبے سے (معاذ اللہ) ہٹا دیا جائے یا آخری نبی تسلیم کرنے سے انکار کر دیا جائے تو یہ بھی عدل نہیں ہوگا اور دوسری طرف اگر آپ ﷺ کو بندے کے مقام سے بڑھاتے ہوئے (معاذ اللہ) خدائی میں شریک بنا دیا جائے تو یہ بھی عدل نہیں ہوگا۔ اجتماعی عدل میں یہ بھی شامل ہے کہ ہمیشہ حق بات کہی جائے اور حق کی گواہی دی جائے خواہ اس کا اثر اپنی ذات پر یا اپنے اقرباء پر ہی کیوں نہ پڑ رہا ہو۔ کسی پر کسی قسم کی زیادتی نہ کرنا بھی اجتماعی عدل میں شامل ہے۔ اجتماعی عدل کی سب سے واضح صورت عدالتی انصاف ہے۔

سوال: عدل کی فضیلت واہمیت پر جامع مضمون تحریر کیجئے۔

جواب

عدل کی فضیلت واہمیت

شریعت اسلامیہ میں عدل نہایت اہم ہے۔ ذیل میں ہم شریعت اسلامیہ میں جو مختلف طرح سے عدل کو فضیلت واہمیت حاصل ہے اس کو بیان کر رہے ہیں:

1- عدل از روئے قرآن: اس سلسلہ میں ہم یہاں صرف چند آیات قرآنیہ ذکر کر رہے ہیں:

☆ اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَ الْاِحْسَانِ. (16 النحل 90)
بے شک اللہ عدل اور احسان کا حکم کرتا ہے۔

☆ اِعْدِلُوْا هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى. (5 المائدہ 8)
عدل کرو وہ تقویٰ کے زیادہ قریب ہے۔

☆ وَ اِذَا قُلْتُمْ فَاعْدِلُوْا .(6 الانعام 152)
اور جب تم بات کہو تو انصاف کی کہو۔

☆ وَاُمِرْتُ لِاَعْدِلَ بَيْنَكُمُ .(42 الشوری 15)
اور مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں تمہارے درمیان عدل کروں۔

☆ وَ اِذَا حَكَمْتُمْ بَيْنَ النَّاسِ اَنْ تَحْكُمُوْا بِالْعَدْلِ. (4 النساء 58)

اور جب تم لوگوں کے درمیان فیصلہ کرنے لگو تو عدل کے ساتھ کرو۔

2- عدل از روئے حدیث: اس سلسلہ میں ہم یہاں صرف چند احادیث نبویہ ذکر کر رہے ہیں:

☆ ''اگر امیر اللہ کے تقویٰ اور عدل کے ساتھ حکم کرے تو اس کے لیے اس پر اجر ہے اور اگر اس کے خلاف بات کہے تو اس پر اس کا وبال ہے۔''

☆ ''بے شک عدل کرنے والے اللہ کے ہاں رحمٰن کے دائیں طرف نور کے منبروں پر ہوں گے۔''

☆ ''بے شک اللہ کے بندوں میں مرتبہ کے لحاظ سے افضل قیامت کے روز اللہ کے ہاں عادل اور نرم امام ہوگا اور مرتبہ کے لحاظ سے برا قیامت کے روز اللہ کے ہاں ظالم اور سخت امام ہوگا۔''

☆ ''بے شک سلطان زمین میں ظلِ الٰہی ہے۔ اللہ کے بندوں میں سے ہر مظلوم اس کی طرف آتا ہے۔ پس اگر وہ عدل کرے تو اس کے لیے اجر ہے اور رعایا کو شکر کرنا چاہئے اور اگر وہ ظلم کرے تو وہ اس کے لیے بوجھ ہے اور رعایا کو صبر کرنا چاہیے۔''

☆ حضور اکرم ﷺ نے حضرت امیر معاویہؓ سے مخاطب ہو کر فرمایا:
''اے معاویہ! اگر تجھے کسی معاملہ کا حاکم بنایا جائے تو اللہ سے ڈرنا اور عدل کرنا۔''

3- عدل اور اسوۂ رسول ﷺ: حضور اکرم ﷺ کی ساری زندگی عدل کی زندگی تھی۔ غزوۂ بدر کے موقع پر آپ ﷺ مجاہدین کی صفیں درست فرما رہے تھے ایک صحابی حضرت سوادؓ بن غزیہ کہنے لگے آپ نے مجھے تیر لگایا ہے میں تو بدلہ لوں گا۔ منصف اعظم ﷺ نے خود کو بدلہ لینے کے لیے پیش کر دیا اور کہا کہ تم بدلہ لے سکتے ہو۔ حضرت سوادؓ بن غزیہ نے پھر کہا کہ پیٹ سے کپڑا ہٹائیے تاکہ میں بدلہ لے سکوں۔ آپ ﷺ نے اپنے پیٹ سے کپڑا ہٹا کر انہیں بدلہ لینے کی اجازت مرحمت فرما دی۔ دیکھئے! کائنات کے سردار ہیں اور اپنے آپ کو بدلے کے لیے پیش کر رہے ہیں عدل کی اس سے بڑھ کر اور کیا مثال ہوگی۔ یہ الگ بات ہے کہ حضرت سوادؓ بن غزیہ کا بدلہ لینے کا کوئی ارادہ نہیں تھا بلکہ وہ تو ایک خاص مقصد کے ساتھ ایسا کر رہے تھے اور جب نبی کریم ﷺ نے کپڑا ہٹا دیا تو وہ فرطِ محبت سے آپ ﷺ سے لپٹ گئے اور آپ ﷺ کے پیٹ مبارک پر بوسے لینے لگے۔ قبیلہ بنی مخزوم کی ایک عورت فاطمہ مخزومیہ کے چوری کرنے پر جب اس کی سفارش کی گئی تو آپ ﷺ نے عدل کی عظیم مثال قائم کرتے ہوئے فرمایا:

''تم سے پہلی قومیں بھی اسی وجہ سے برباد ہوئیں کہ ان کے چھوٹوں کو سزا دی جاتی تھی اور بڑوں کو معاف کر دیا جاتا تھا۔ خدا کی قسم! اگر فاطمہؓ بنت محمد ﷺ بھی چوری کرتی تو میں اس کا ہاتھ بھی کاٹ دیتا۔''

ایک بظاہر مسلمان منافق آدمی اور ایک یہودی کا مقدمہ جب آپ ﷺ کے سامنے پیش ہوا تو آپ ﷺ نے دلائل وشواہد کا جائزہ لینے کے بعد یہودی کے حق میں فیصلہ دے دیا۔ حالانکہ آپ ﷺ اس منافق کو مسلمان ہی سمجھتے تھے اس کے نفاق کا آپ ﷺ کو علم نہیں تھا۔ یہود مدینہ کے ساتھ جب ہجرت کے فوراً بعد آپ ﷺ نے معاہدہ فرمایا تو یہود نے آپ ﷺ کے عدل وانصاف کو دیکھتے ہوئے ہی اس معاہدہ میں آپ ﷺ کو حکم تسلیم کیا تھا۔

4- اسوۂ صحابہؓ: صحابہ کرامؓ نے بھی اپنی زندگیوں میں عدل کو اپنا شعار بنائے رکھا۔ تاریخ صحابہ کرامؓ میں ہمیں عدل کی بے شمار عمدہ مثالیں ملتی ہیں۔ یہاں ہم صرف چند ایک مثالوں پر ہی اکتفا کر رہے ہیں۔ ایک دفعہ شام کا مشہور رئیس جبلہ بن الایہم غسانی کعبہ کا طواف کر رہا تھا کہ اس کی چادر کا ایک کونہ ایک بدو کے پاؤں کے نیچے آ گیا۔ جبلہ نے غصے میں اس بدو کو تھپڑ لگا دیا' اس بدو نے بھی جواب میں تھپڑ لگا دیا۔ جبلہ غصے میں حضرت عمر فاروقؓ کے پاس پہنچا اور شکایت کی۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ تم نے جو کچھ کیا تھا اسی کی سزا تمہیں ملی ہے۔ وہ کہنے لگا کہ ہم تو ایسے رتبے کے لوگ ہیں کہ جو ہماری گستاخی کرے وہ قتل کا مستحق ہے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا اسلام کی نظر میں سب برابر ہیں۔ اس پر جبلہ غصے میں یہ کہتے ہوئے اٹھ کر چلا گیا کہ اگر اسلام میں شریف وذلیل کی کوئی تمیز نہیں ہے تو میں ایسے مذہب سے باز آیا۔ مرتد ہو کر چھپ کر قسطنطنیہ چلا گیا۔ حضرت عمرؓ نے اس کے رتبے کو دیکھتے ہوئے اس کی خاطر قانونِ عدل کو نہیں بدلا۔ ایک دفعہ ایک شخص نے حضرت عمر

فاروقؓ سے شکایت کی کہ فلاں عامل نے مجھے بلاوجہ سودرے لگائے ہیں۔ آپؓ نے فوراً اسے بدلہ لینے کی اجازت دے دی۔ حضرت عمرو بن العاصؓ نے کہا بھی کہ اس طرح تو عمال بددل ہو جائیں گے لیکن حضرت عمر فاروقؓ نے کوئی پرواہ نہ کی۔ البتہ بعد میں وہ شخص دو سو دینار لے کر صلح پر آمادہ ہو گیا۔ حضرت علیؓ کی زرہ گم ہو گئی۔ بعد میں آپؓ نے اپنی زرہ ایک یہودی کے پاس دیکھ لی۔ قاضی کے پاس مقدمہ لے گئے اور اپنے بیٹے حضرت حسنؓ اور اپنے غلام قنبرؓ کو بطور گواہ پیش کیا کہ یہ زرہ واقعی میری ہے۔ لیکن قاضی نے یہ کہتے ہوئے یہ گواہیاں رد کر دیں کہ بیٹے کی گواہی باپ کے حق میں اور غلام کی گواہی آقا کے حق میں قبول نہیں کی جا سکتی اور یہودی کے حق میں فیصلہ کر دیا۔ حضرت علیؓ نے اس فیصلے پر کوئی احتجاج نہ کیا کیونکہ زرہ ان کی ہونے کے باوجود وہ واقعی عدل کے تقاضوں کے مطابق گواہ پیش نہ کر سکے تھے اور ظاہر ہے کہ فیصلہ تو گواہی پر ہی ہو سکتا تھا۔

5- عدل ناگزیر ہے: عدل کی فضیلت و اہمیت اس لحاظ سے بھی ہے کہ عدل معاشرے کی ایک ناگزیر ضرورت ہے۔ عدل کے بغیر ہر طرف فساد اور خرابی ہو گی اور نظام معاشرت تباہ و برباد ہو کر رہ جائے گا۔ عدل کے بغیر نظام معاشرت تو کیا نظام کائنات بھی نہیں چل سکتا۔ سورج، چاند، ستارے، سیارے وغیرہ سب اللہ رب العزت نے ایک خاص اندازے کے مطابق بنائے ہیں اور انہیں ایک خاص انداز میں گردش اور کام میں لگا دیا ہے۔ اگر ان میں سے کسی ایک کو بھی اس عدل اور توازن سے ہٹا دیا جائے تو نظام کائنات میں فساد اور بگاڑ پیدا ہو جائے۔ خود انسانی جسم جس عدل اور اندازے کے مطابق بنایا گیا ہے اگر اس میں کچھ تبدیلی ہو جائے تو انسان بیمار پڑ جاتا ہے۔ گویا ہر چیز عدل پر قائم ناگزیر ہے۔

6- عدل اللہ کی صفت: عدل کی فضیلت و اہمیت کا اس بات سے بھی اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ عدل خود اللہ رب العزت کی بھی صفت ہے۔

وَ تَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ صِدْقًا وَّعَدْلًا .(6 الانعام 115)

اور تیرے رب کی بات پوری طرح سچی اور انصاف والی ہے۔

7- حضور اکرم ﷺ کو حکم: حضور اکرم ﷺ اگرچہ نہایت عادل تھے اور آپ ﷺ سے عدل کے خلاف کسی فیصلے کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا لیکن اس کے باوجود آپ ﷺ کو بھی عدل و انصاف کی تاکید فرمائی گئی۔ ظاہر ہے آپ ﷺ کو یہ تاکید عدل کی فضیلت و اہمیت ہی کی وجہ سے کی گئی ہے۔

اِنْ حَكَمْتَ فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ بِالْقِسْطِ .(5 المائدہ 42)

اور اگر تو فیصلہ کرے تو ان کے درمیان انصاف کے ساتھ فیصلہ کرنا۔

8- نزول کتاب و میزان کا مقصد: عدل کی فضیلت و اہمیت کا اندازہ اس بات سے بھی لگایا جا سکتا ہے کہ قرآن حکیم میں ایک مقام پر عدل و انصاف ہی کو نزول کتاب اور نزول میزان کا مقصد قرار دیا گیا ہے۔

لَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَيِّنٰتِ وَاَنْزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتٰبَ وَالْمِيْزَانَ لِيَقُوْمَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ .(57 الحدید 25)

ہم نے واضح نشانیاں دے کر اپنے رسول بھیجے اور ان کے ساتھ کتاب اور ترازو اتاری تاکہ لوگ انصاف پر قائم رہیں۔

سوال: **عدل و انصاف کی اعلیٰ معیار جو قرآن حکیم نے قائم کیا ہے اس کی وضاحت کیجئے نیز معاشرۂ انسانی کے استحکام کے لیے عدل جو اہم کردار ادا کرتا ہے اس پر روشنی ڈالئے۔**

جواب

عدل کا اعلیٰ معیار اور استحکام معاشرہ کے لیے عدل

شریعت اسلامیہ میں عدل و انصاف کا اعلیٰ معیار یہ ہے کہ زندگی کے ہر ہر شعبے میں عدل کو اختیار کیا جائے۔ حقیقت یہ ہے کہ

جب تک زندگی کے ہر ہر شعبے میں عدل کو اختیار نہ کیا جائے تب تک معاشرۂ انسانی کا استحکام بھی ممکن نہیں ہے۔ ذیل میں ہم آیات قرآنیہ کی روسے زندگی کے چند ایسے شعبوں کا ذکر کر رہے ہیں کہ جن میں عدل اختیار کرنے کا واضح طور پر حکم دیا گیا ہے۔

1- فیصلے میں عدل: لوگوں کے معاملات کا فیصلہ کرتے ہوئے عدل و انصاف سے کام لینے کا حکم دیا گیا ہے۔

وَ اِنۡ حَكَمۡتَ فَاحۡكُمۡ بَيۡنَهُمۡ بِالۡقِسۡطِ .(5 المائدہ 42)

اور اگر تو فیصلہ کرے تو ان کے درمیان انصاف کے ساتھ فیصلہ کرنا۔

2- گواہی میں عدل: گواہی دیتے ہوئے بھی عدل سے کام لیتے ہوئے سچی گواہی دینے کا حکم دیا گیا ہے خواہ وہ گواہی کسی قریبی رشتہ دار کے خلاف ہی کیوں نہ جا رہی ہو۔

☆ وَ اِذَا قُلۡتُمۡ فَاعۡدِلُوۡا وَ لو کان ذا قربیٰ .(6 الانعام 152)

اور جب تم بات کہو تو انصاف کی کہو اگر چہ وہ اپنا قریبی ہی ہو۔

3- دستاویزات لکھنے میں عدل: اگر کسی قسم کا معاملہ لکھنا ہو تو کاتب کو بھی یہ حکم دیا گیا ہے کہ وہ عدل کے ساتھ لکھے۔

وَلۡيَكۡتُبْ بَّيۡنَكُمۡ كَاتِبٌۢ بِالۡعَدۡلِ .(2 البقرہ 282)

اور چاہئے کہ تمہارے درمیان کاتب عدل سے لکھے۔

4- دستاویزات لکھوانے میں عدل: معاملہ لکھوانے والے کو بھی حکم ہے کہ وہ اللہ سے ڈرتے ہوئے کچھ کمی کئے بغیر لکھوائے۔

وَلۡيُمۡلِلِ الَّذِىۡ عَلَيۡهِ الۡحَـقُّ وَلۡيَتَّقِ اللّٰهَ رَبَّهٗ وَلَا يَبۡخَسۡ مِنۡهُ شَيۡـئًا .(2 البقرہ 282)

اور لکھوائے وہ کہ جس کے ذمہ حق ہے اور چاہئے کہ وہ اللہ سے ڈرے کہ جو اس کا رب ہے اور اس میں سے کسی چیز کی کمی نہ کرے۔

5- کاروبار میں عدل: کاروباری معاملات اور ماپ تول میں بھی عدل سے کام لینے کا حکم دیا گیا ہے اور ماپ تول میں کمی کرنے سے منع کیا گیا ہے۔

وَ اِذَا قُلۡتُمۡ فَاعۡدِلُوۡا وَ لَوۡ كَانَ ذَا قُرۡبٰى .(6 الانعام 152)

اور ماپ اور تول کو انصاف کے ساتھ پورا کرو۔

6- عائلی زندگی میں عدل: خاندان پہلا اور سب سے بنیادی معاشرتی ادارہ ہے کہ جس کی بنیاد میاں بیوی سے پڑتی ہے۔ اسلام میں اس میں بھی عدل کا حکم دیا ہے کہ بیویوں کے معاملے میں بھی عدل سے کام لینا چاہئے۔ اگر ایک سے زیادہ بیویوں میں عدل نہیں کر سکتا تو ایک بیوی ہی رکھے۔

فَاِنۡ خِفۡتُمۡ اَلَّا تَعۡدِلُوۡا فَوَاحِدَةً .(4النساء 3)

اور اگر تمہیں ڈر ہو کہ عدل نہ کر سکو گے تو ایک ہی (کافی ہے)۔

7- یتیموں کے ساتھ عدل: اسلام نے یتیموں کے ساتھ بھی عدل و انصاف کا معاملہ کرنے کا حکم دیا ہے۔

وَ اَنۡ تَقُوۡمُوۡا لِلۡيَتٰمٰى بِالۡقِسۡطِ .(4 النساء 127)

اور یہ کہ یتیموں کے ساتھ انصاف پر قائم رہو۔

8- دشمن سے بھی عدل: دوست تو دوست اسلام نے تو دشمن کے ساتھ معاملات میں بھی عدل کا دامن ہاتھ سے چھوڑنے کی اجازت نہیں دی۔

وَ لَا یَجْرِمَنَّکُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلٰٓی اَلَّا تَعْدِلُوْا .(5 المائدہ 8)
اور کسی قوم کی دشمنی تمہیں اس بات پر آمادہ نہ کرے کہ تم عدل نہ کرو۔

9- صلح میں عدل: اسلام نے دو مؤمن گروہوں میں لڑائی ہو جانے کی صورت میں صلح کرانے میں بھی عدل سے کام لینے کا حکم دیا ہے۔

فَاَصْلِحُوْا بَیْنَهُمَا بِالْعَدْلِ وَ اَقْسِطُوْا .(49 الحجرات 9)
پس ان دونوں کے درمیان عدل کے ساتھ صلح کرا دو اور انصاف کرو۔

خلاصہ بحث:

معلوم ہوا کہ اسلام نے زندگی کے ہر ہر شعبے میں عدل کو اختیار کرنے کا حکم دیا ہے۔ یہی عدل و انصاف کا اعلیٰ معیار ہے کہ زندگی کے ہر ہر شعبے میں عدل ہو اور اسی سے انسانی معاشرے کو استحکام مل سکتا ہے۔ زندگی کا کوئی بھی شعبہ اگر عدل کے بغیر رہا تو اس میں فساد اور بگاڑ ہی پیدا ہوگا۔

دوسری اہم بات:

ہماری سابقہ بحث میں ہم نے اسی بات پر زور دیا ہے کہ اسلام میں عدل و انصاف کا اعلیٰ معیار یہی ہے کہ زندگی کے ہر ہر شعبے میں عدل کو ملحوظ رکھا جائے اور عدل کو اختیار کیا جائے لیکن یہاں ایک اور اہم بات بھی ہے اور وہ یہ کہ عدل کے اعلیٰ معیار میں یہ بات بھی شامل ہے کہ اسلامی نظام عدل کی بنیاد مساوات پر ہے۔ اسلامی نظام عدل میں کسی چھوٹے بڑے کا کوئی امتیاز نہیں ہے۔ اگر ایک حاکم وقت یا خلیفۂ وقت کے خلاف کوئی مقدمہ قائم ہوتا ہے تو اسے بھی عدالت میں حاضر ہونا پڑے گا اور اگر اس کے خلاف فیصلہ سنا دیا جاتا ہے تو اسے بھی تسلیم کرنا ہوگا۔ مزید یہ کہ اسلامی نظام عدل یہ بھی کہتا ہے کہ خواہ اپنے اقارب یا بلکہ خود اپنی ذات کے خلاف بھی گواہی دینی پڑ جائے تو گواہی ہمیشہ عدل کے ساتھ ہی دو اور حق کی ہی دو۔

حرفِ آخر:

نظام عدل کا زندگی کے ہر شعبہ میں ہونا اور اس میں مساوات کا تصور یہ دو ایسی چیزیں ہیں کہ جن سے اسلامی نظام عدل کا اعلیٰ معیار قائم ہوا ہے۔

سوال: "عدل انسانی زندگی کے تمام شعبوں پر جاری ہے۔" قرآن حکیم کی روشنی میں بحث کیجئے۔

☆ بتلائیے کہ اسلام میں عدل کو کہاں کہاں اختیار کرنے کا حکم دیا گیا ہے؟

جواب

عدل زندگی کے تمام شعبوں میں

نوٹ: اس سوال کی تیاری کے لیے سابقہ "عدل کا اعلیٰ معیار اور استحکام معاشرہ کے لیے عدل" دیکھا جائے۔ اسی سوال کے تمہیدی اور اختتامی الفاظ میں معمولی تبدیلی کے ساتھ یہ سوال بھی آسانی کے ساتھ تیار کیا جا سکتا ہے۔ امید ہے طلبہ اس کی تیاری میں مشکل محسوس نہیں کریں گے۔

سوال: عدل کے انسان کی انفرادی اور اجتماعی زندگی پر اثرات کا جائزہ لیجئے۔

☆ عدل کے فوائد و ثمرات تحریر کیجئے۔

☆ عدل کے ثمرات و نتائج اور اس کی افادیت پر بحث کیجئے۔

---

www.downloadclassnotes.com

جواب عدل کے انسانی زندگی پر اثرات (فوائد، ثمرات، نتائج، افادیت)

شریعت اسلامیہ میں عدل کو ایک نہایت اہم مقام حاصل ہے۔ ذیل میں ہم انسان کی انفرادی اور اجتماعی زندگی پر عدل کے اثرات کا جائزہ لے رہے ہیں۔ عدل کے انسانی زندگی پر ان اثرات کو ہم عدل کے فوائد و ثمرات یا عدل کے ثمرات و نتائج اور اس کی افادیت کا نام بھی دے سکتے ہیں۔

انفرادی زندگی پر اثرات:

(انفرادی فوائد و ثمرات یا انفرادی ثمرات و نتائج اور افادیت)

1- تقویٰ: عدل سے انسان میں تقویٰ کی صفت پیدا ہوتی ہے کیونکہ قرآن حکیم میں عدل کو تقویٰ کے زیادہ قریب کہا گیا ہے۔

اِعْدِلُوْا هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰی. (5 المائدہ 8)

عدل کرو وہ تقویٰ کے زیادہ قریب ہے۔

2- اللہ کی محبت: عدل و انصاف کرنے والے کو اللہ پسند فرماتے ہیں۔

اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ O (5 المائدہ 42)

بے شک اللہ انصاف کرنے والوں کو پسند کرتے ہیں۔

3- اجر و ثواب: عادل امیر کے لیے اجر و ثواب اور غیر عادل کے لیے وبال ہے۔ حضور اکرم ﷺ کا ارشاد مبارک ہے کہ:

"اگر امیر اللہ کے تقویٰ اور عدل کے ساتھ حکومت کرے تو اس کے لیے اس پر اجر ہے اور اگر اس کے خلاف بات کہے تو اس پر اس کا وبال ہے۔"

4- مرتبہ میں افضلیت: عدل کرنے سے بندے کو مرتبہ میں اللہ کے ہاں افضلیت حاصل ہوتی ہے۔ فرمان رسالت مآب ﷺ ہے کہ:

"بے شک اللہ کے بندوں میں مرتبہ کے لحاظ سے افضل قیامت کے روز اللہ کے ہاں عادل اور نرم امام ہوگا اور مرتبہ کے لحاظ سے برا قیامت کے روز اللہ کے ہاں ظالم اور سخت امام ہوگا۔"

5- عزت و وقار: عدل کرنے والے کو ہر کوئی عزت کی نگاہ سے دیکھتا ہے اور اس کا احترام کرتا ہے جبکہ ظلم اور ناانصافی کرنے والے کو کوئی بھی پسند نہیں کرتا۔

6- عرش کا سایہ: حضور اکرم ﷺ نے سات آدمیوں کے متعلق فرمایا کہ قیامت کے روز انہیں اللہ اپنے عرش کے سائے تلے جگہ دیں گے۔ ان میں سے ایک عادل امام بھی ہے۔

7- رضائے الٰہی کا حصول: عدل کا ایک بہت بڑا فائدہ یہ ہے کہ عدل کی وجہ سے بندے کو اللہ کی رضا حاصل ہوتی ہے اور ظاہر ہے کہ اللہ کی رضا سے بڑھ کر کوئی چیز نہیں ہے۔

اجتماعی زندگی پر اثرات:

(اجتماعی فوائد و ثمرات یا اجتماعی ثمرات و نتائج اور افادیت)

1- ظلم و حق تلفی کا خاتمہ: عدل و انصاف کی وجہ سے ہر صاحب حق کو اس کا صحیح حق ملتا ہے اور کوئی کسی کے حق کو ناجائزہ طور پر غصب نہیں کر سکتا۔ اس طرح معاشرہ سے ظلم اور حق تلفی و زیادتی کا خاتمہ ہوتا ہے۔

2- طبقاتی نفرت کا خاتمہ: ظلم اور حق تلفی مظلوم کے دل میں ظالم کے لئے نفرت پیدا کرنے کا سبب ہے۔ عدل ظلم و حق تلفی کے خاتمہ کے ساتھ اس نفرت کو بھی ختم کرتا ہے۔

3- نسل در نسل فسادات کا خاتمہ: جب ایک مظلوم کو انصاف نہیں ملتا تو وہ ظالم سے انتقام لینے کے لیے قانون کو اپنے ہاتھ میں لے لیتا ہے اور اس طرح نسل در نسل انتقام اور فساد کا ایک سلسلہ جاری ہو جاتا ہے۔ اس کے برعکس اگر مظلوم کو فوری انصاف مل جائے تو یہ سلسلہ ختم ہو سکتا ہے۔

4- معاشرتی استحکام: عدل وانصاف کی وجہ سے معاشرہ میں امن وسکون کی فضا پیدا ہوتی ہے اور ظلم کا خاتمہ ہوتا ہے اس طرح معاشرتی قدروں کو استحکام ملتا ہے۔

5- معاشرتی مساوات: اسلامی نظام عدل کی بنیاد مساوات پر ہے۔ اسلامی نظام عدل کی نظر میں سب برابر ہیں۔ کسی بڑے کی غلطی کو اس کے بڑا ہونے کی وجہ سے معاف نہیں کیا جا سکتا اور نہ ہی کسی چھوٹے کی غلطی پر اسے صرف اس لئے باقیوں کی نسبت سخت سزا دی جا سکتی ہے کہ وہ چھوٹا ہے۔ اس طرح معاشرے میں مساوات کی فضا قائم ہوتی ہے۔

6- افراد معاشرہ کے حقوق کی حفاظت: عدل کی وجہ سے ہر ایک کو اس کا حق ملتا ہے۔ اس طرح افراد معاشرہ کے حقوق کی حفاظت ہوتی ہے اور کسی کا حق غصب نہیں ہوتا۔

سوال: اسلامی نظام عدل کی تفصیل بیان کیجئے۔

جواب

اسلام کا نظام عدل

نوٹ: اس سوال کے لیے عدل کے متعلق سابقہ تمام بحث کا خلاصہ لکھ دینا کافی ہوگا۔ امید ہے کہ طلبہ کے لیے یہ مشکل نہیں ہوگا۔

سوال: احسان کا معنی ومفہوم اور اس کی مختلف صورتیں بیان کیجئے۔

جواب

احسان: معنی ومفہوم اور مختلف صورتیں

احسان کا معنی ومفہوم:

لغوی معنی: احسان کا لغوی معنی ہے: نیکی کرنا، کام کو اچھی طرح کرنا، اچھا بنانا، نیک سلوک کرنا وغیرہ۔

اصطلاحی مفہوم: شریعت اسلامیہ کی اصطلاح میں کسی کو اس کا حق نہ ہونے کے باوجود دینا یا حق ہونے پر حق سے زائد دینا احسان کہلاتا ہے۔

حضور اکرم ﷺ سے حضرت جبریلؑ نے انسانی شکل میں آ کر سوال کیا کہ: احسان کیا ہے؟ تو آپ ﷺ نے جواب میں ارشاد فرمایا:

"ان تعبد اللّٰہ کانک تراہ فان لم تکن تراہ فانہ یراک."

یہ کہ تو اللہ کی عبادت اس طرح کرے کہ گویا تو اسے دیکھ رہا ہے اور اگر تو اسے نہیں دیکھ رہا تو بے شک وہ تو تجھے دیکھ رہا ہے۔

اس حدیث مبارکہ میں بھی عبادت میں نہایت خشوع وخضوع اور تذلل کی طرف اشارہ ہے کہ یہی احسان ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ بندہ اپنی عبادت میں جس قدر بھی خشوع وخضوع اختیار کر لے اس کی عبادت اللہ پر احسان نہیں بن سکتی لیکن یہاں صرف بندوں کو ترغیب کے لیے ایسا فرمایا گیا ہے۔ کیونکہ احسان تو یہ ہوتا ہے کہ کسی کے حق سے زیادہ اسے دینا اور ظاہر ہے کہ بندہ تو کبھی بھی اللہ کے حق سے زیادہ نہیں دے سکتا۔ اللہ رب العزت کے انعامات واحسانات بندوں پر اس قدر ہیں کہ بندے احسان تو کیا ان کا شکر بھی صحیح طور پر ادا نہیں کر سکتے۔

احسان کی مختلف صورتیں:

احسان کئی طرح سے کیا جاسکتا ہے۔ ذیل میں ہم احسان کی چند صورتوں کا ذکر کر رہے ہیں:

1- عفوودرگزر: کسی کی غلطی کو معاف کر دینا اور بدلہ یا انتقام نہ لینا بھی احسان ہے۔ ارشاد ربانی ہے کہ:

وَ الْكٰظِمِيْنَ الْغَيْظَ وَ الْعَافِيْنَ عَنِ النَّاسِ وَ اللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ .(3 ال عمران 134)

اور اپنے غصے کو دبانے والے اور لوگوں کو معاف کر دینے والے اور اللہ احسان کرنے والوں کو پسند کرتے ہیں۔

یہاں واضح طور پر عفوودرگزر سے کام لینے والوں کو (المحسنین) فرمایا گیا ہے۔

2- کسی کا مسئلہ حل کرنا: اگر کسی کا کوئی مسئلہ حل کر دیا جائے یا کسی معاملے میں کسی کی راہنمائی کر دی جائے تو یہ بھی احسان ہے۔ حضرت یوسفؑ کے قید خانے کے ساتھیوں نے حضرت یوسفؑ کو اپنے خواب سنا کر کہا تھا:

نَبِّئْنَا بِتَاْوِيْلِهٖ ۚ اِنَّا نَرٰىكَ مِنَ الْمُحْسِنِيْنَ .(12 یوسف 36)

ہمیں ان کی تعبیر بتلائیے بے شک ہم آپ کو نیکی کرنے والا دیکھتے ہیں۔

3- راہ ہدایت کی طرف دعوت دینا: کسی کو صحیح رستے اور اللہ کی توحید کی طرف دعوت دینا بھی احسان ہے۔ سورۃ الصفت میں چار مختلف آیات میں حضرت نوحؑ، حضرت ابراہیمؑ، حضرت موسیٰ وہارونؑ اور حضرت الیاسؑ کے متعلق یہ لفظ استعمال کئے گئے ہیں کہ:

اِنَّا كَذٰلِكَ نجزی الْمُحْسِنِين . (37 الصفت 80,105,121,131)

بے شک ہم اسی طرح نیکی کرنے والوں کو بدلہ دیتے ہیں۔

ان انبیاء کو ظاہر ہے کہ ان کی دعوت توحید کی وجہ سے ہی (المحسنین) فرمایا گیا ہے۔

4- تقویٰ: تقویٰ اختیار کرنا بھی احسان میں داخل ہے۔ سورۃ الصفت میں جو الفاظ انبیاء کرامؑ کے متعلق فرمائے گئے تھے وہی الفاظ سورۃ المرسلت میں اہل تقویٰ کے لیے فرمائے گئے ہیں کہ:

اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِى الْمُحْسِنِيْنَ .(77 المرسلت 44)

بے شک ہم اسی طرح نیکی کرنے والوں کو بدلہ دیتے ہیں۔

5- اچھا معاملہ کرنا: کسی کے ساتھ اچھا معاملہ کرنا بھی احسان کی ایک صورت ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ:

اَلطَّلَاقُ مَرَّتٰنِ فَاِمْسَاكٌۢ بِمَعْرُوْفٍ اَوْتَسْرِيْحٌۢ بِاِحْسَانٍ .(2 البقرہ 229)

طلاق (رجعی) دو دفعہ ہے پھر دستور کے مطابق رکھ لینا ہے یا بھلے طریقے سے چھوڑ دینا ہے۔

6- حق کی صحیح طرح ادائیگی: کسی کا حق اگر اسے اچھی طرح سے اور بغیر تنگ کئے بروقت ادا کیا جائے تو اسے بھی احسان میں شامل کیا گیا ہے۔ ارشاد ربانی ہے کہ:

فَمَنْ عُفِيَ لَهٗ مِنْ اَخِيْهِ شَيْءٌ فَاتِّبَاعٌۢ بِالْمَعْرُوْفِ وَ اَدَآءٌ اِلَيْهِ بِاِحْسَانٍ . ط (2 البقرہ 178)

پھر جس کو اپنے بھائی کی طرف سے کچھ معاف کیا جائے تو دستور کے مطابق پیروی کرنی چاہئے اور اس کو اچھائی کے ساتھ ادا کرنا چاہئے۔

7- نیکی کا اچھا بدلہ: اگر کسی کی نیکی اور کسی کے احسان کا اس سے بڑھ کر اچھا بدلہ دیا جائے تو یہ بھی احسان ہے۔

هَلْ جَزَآءُ الْاِحْسَانِ اِلَّا الْاِحْسَانُ .(55 الرحمن 60)

احسان کا بدلہ احسان کے علاوہ اور کیا ہے۔

8- مصیبت سے نجات دلانا: کسی کو کسی مصیبت سے نجات دلانا بھی اس پر احسان ہے۔ حضرت یوسفؑ کو جب قید خانے سے رہائی ملی تو

انہوں نے اسے اللہ کا احسان قرار دیا۔

وَ قَدْ اَحْسَنَ بِیْٓ اِذْ اَخْرَجَنِیْ مِنَ السِّجْنِ .(12 یوسف 100)

اور اس (میرے رب) نے مجھ پر احسان کیا کہ جب مجھے قید خانے سے نکالا۔

9- متفرق امور: مذکورہ بالا امور کے علاوہ احسان کی اور بھی بہت سی صورتیں ہو سکتی ہیں۔ مثلاً کسی کمزور کی امداد کرنا، کسی ضعیف کے کام آنا، کسی غریب قرضدار کا قرض خود معاف کرنا یا کسی دوسرے قرض خواہ سے معاف کروانا، کسی یتیم کے سر پر دست شفقت رکھنا، کسی بیوہ کا سہارا بننا وغیرہ سب کچھ احسان میں شامل ہے۔

سوال: احسان کی فضیلت واہمیت پر جامع مضمون تحریر کیجئے۔

جواب

احسان کی فضیلت واہمیت

شریعت اسلامیہ میں احسان نہایت اہم ہے۔ ذیل میں ہم شریعت اسلامیہ میں جو مختلف طرح سے احسان کو فضیلت واہمیت حاصل ہے اس کو بیان کر رہے ہیں:

1- احسان از روئے قرآن: اس سلسلہ میں ہم یہاں صرف چند آیات قرآنیہ ذکر کر رہے ہیں:

☆ اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَ الْاِحْسَانِ .(16 النحل 90)
بے شک اللہ عدل اور احسان کا حکم کرتا ہے۔

☆ وَ اَحْسِنُوْا ۛ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ O(2 البقرہ 195)
اور نیکی کرو، بے شک اللہ نیکی کرنے والوں کو پسند کرتے ہیں۔

☆ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا وَّ الَّذِيْنَ هُمْ مُّحْسِنُوْنَ O (16 النحل 128)
بے شک اللہ ان لوگوں کے ساتھ ہے کہ جو تقویٰ اختیار کرتے ہیں اور جو نیکی کرنے والے ہیں۔

☆ وَ اللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ O(3 ال عمران 134)
اور اللہ نیکی کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔

☆ اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ O(77 المرسلت 44)
بے شک ہم اسی طرح نیکی کرنے والوں کو بدلہ دیتے ہیں۔

2- احسان از روئے حدیث: اس سلسلہ میں ہم یہاں صرف چند احادیث نبویہ ذکر کر رہے ہیں:

☆ حضرت جبرائیل نے جب انسانی شکل میں آ کر آپ ﷺ سے سوال کیا کہ احسان کیا ہے؟ تو آپ ﷺ نے جواب میں فرمایا: "یہ کہ تو اللہ کی عبادت اس طرح کرے کہ گویا تو اسے دیکھ رہا ہے اور اگر تو اسے نہیں دیکھ رہا تو بے شک وہ تو تجھے دیکھ رہا ہے۔"

☆ "ایسے نہ بنو کہ خود تمہاری اپنی کوئی عقل ہی نہ ہو اور تم صرف دوسروں کی دیکھا دیکھی میں کام کرو۔ لوگ احسان کریں تو تم بھی احسان کرو اور دوسرے احسان کریں تو تم بھی احسان کرو لیکن اگر دوسرے برائی کریں تو تم بدلے میں ہرگز برائی اور ظلم نہ کرو۔"

☆ "بے شک اللہ نے ہر چیز پر احسان فرض کیا ہے، پس جب تم (قصاص وغیرہ میں) قتل کرو تو (بھی) اچھے طریقے سے قتل کرو اور جب تم (جانور وغیرہ) ذبح کرو تو اچھے طریقے سے ذبح کرو اور وہ (ذبح کرنے والا) اپنی چھری تیز کر لے اور ذبیحہ کو راحت پہنچائے۔"

☆ "تمام مخلوق اللہ کا کنبہ ہے، پس اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ پسندیدہ وہ ہے جو اس کے کنبہ کے ساتھ احسان کا معاملہ کرے۔"

☆ ''جو اپنے قرضدار کو مہلت دے یا احسان کرتے ہوئے اس کا قرض معاف کر دے تو قیامت کے روز اللہ کے عرش کے سایہ کے نیچے ہوگا۔''

3- احسان اور اسوۂ رسول ﷺ: حضور اکرم ﷺ احسان کے پیکر تھے۔ مکہ والوں نے آپ ﷺ کو مکی دور میں بھی طرح طرح کی اذیتیں پہنچائیں اور پھر مدنی دور میں بھی بار بار مدینہ پر حملے کر کے آپ ﷺ اور آپ ﷺ کے اصحابؓ کو تنگ کرنے کی کوششوں میں مصروف رہے لیکن فتح مکہ کے موقع پر حضور اکرم ﷺ نے بدلہ اور انتقام کی طاقت ہونے کے باوجود ان سب پر احسان کرتے ہوئے انہیں معاف کر دیا۔ صرف چند افراد کہ جن کے جرائم حد سے زیادہ تھے انہیں معاف نہ کرنے کا اعلان کیا گیا لیکن ان میں سے بھی بعض کو بعد میں معافی طلب کرنے اور قبول اسلام پر معاف کر دیا گیا۔ آپ ﷺ نے اس موقع پر یہ آیت تلاوت فرمائی:

لَا تَثْرِيْبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ .(12 یوسف 92)

آج کے دن تم پر کچھ الزام نہیں۔

آپ ﷺ دشمن سے بھی حسن سلوک سے کام لیتے اور ظاہر ہے کہ یہ بھی احسان ہی کی ایک صورت ہے۔ بدر کے قیدیوں کے بند ڈھیلے کر کے جب تک انہیں آرام نہ پہنچایا گیا آپ ﷺ سکون کی نیند سو نہ سکے۔ حضرت ابوسفیانؓ زندگی بھر اسلام کے خلاف تلوار چلاتے رہے لیکن ان کے قبول اسلام کے ساتھ ہی ان کے گھر کو دارالامن قرار دینا احسان ہی تو تھا۔ اپنے چچا کے قاتلوں حضرت وحشیؓ اور حضرت ہندہؓ کو معافی طلب کرنے اور اسلام قبول کر لینے پر معاف کر دینا بھی احسان تھا۔ اپنی بیٹی حضرت زینبؓ کو نیزہ مارنے والے حضرت ہبارؓ بن اسود کو معاف کر دینا بھی احسان کی بہت بڑی مثال ہے۔ اہل مکہ کی بدترین دشمنی کے باوجود قحط کے دنوں میں ان کی امداد کرنا ان کے لیے کس قدر احسان کا معاملہ تھا۔

4- اسوۂ انبیاء: احسان حضور اکرم ﷺ کے علاوہ دیگر انبیاء کا بھی شیوہ رہا ہے۔ حضرت نوحؑ، حضرت ابراہیمؑ، حضرت موسیٰؑ وہارونؑ اور حضرت الیاسؑ کے متعلق خود قرآن نے کہا ہے کہ:

اِنَّا كَذٰلِكَ نجزی الْمُحْسِنِينَO (37 الصفت 80,105,121,131)

بے شک ہم اسی طرح نیکی کرنے والوں کو بدلہ دیتے ہیں۔

5- الٰہی صفت: احسان کی فضیلت واہمیت کا اندازہ اس بات سے بھی لگایا جاسکتا ہے کہ احسان خود اللہ کی صفات میں سے ہے۔ اللہ رب العزت کے صفاتی ناموں میں سے ایک ''المحسن'' بھی ہے، جس کا معنی ہے: احسان کرنے والا۔

سوال: احسان کے انسان کی انفرادی واجتماعی زندگی پر اثرات کا جائزہ لیجیے۔

☆ **احسان کے فوائد وثمرات تحریر کیجیے۔**

☆ **احسان کے ثمرات ونتائج اور اس کی افادیت پر بحث کیجیے۔**

جواب: احسان کے انسانی زندگی پر اثرات (فوائد، ثمرات، نتائج، افادیت)

شریعت اسلامیہ میں احسان کو ایک نہایت اہم مقام حاصل ہے۔ ذیل میں ہم انسان کی انفرادی اور اجتماعی زندگی پر احسان کے اثرات کا جائزہ لے رہے ہیں۔ احسان کے انسانی زندگی پر ان اثرات کو ہم احسان کے فوائد وثمرات یا احسان کے ثمرات ونتائج اور اس کی افادیت کا نام بھی دے سکتے ہیں۔

انفرادی زندگی پر اثرات:

(انفرادی فوائد وثمرات یا انفرادی ثمرات ونتائج اور افادیت)

www.downloadclassnotes.com

1-اللہ کی معیت: احسان کرنے والے کو اللہ کا ساتھ اور اللہ کی معیت حاصل ہوتی ہے۔

اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا وَّ الَّذِيْنَ هُمْ مُّحْسِنُوْنَO (16 النحل 128)

بے شک اللہ ان لوگوں کے ساتھ ہے کہ جو تقویٰ اختیار کرتے ہیں اور جو نیکی کرنے والے ہیں۔

2-اللہ کی محبت: احسان کرنے والے کو اللہ پسند کرتے ہیں اور اس سے محبت کرتے ہیں۔

وَ اَحْسِنُوْا اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ O(2 البقرہ 195)

اور نیکی کرو، بے شک اللہ نیکی کرنے والوں کو پسند کرتے ہیں۔

3-اجر و ثواب: احسان کرنے والے کو اللہ رب العزت اجر و ثواب عطا فرماتے ہیں۔

اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِى الْمُحْسِنِيْنَ O(77 المرسلت 44)

بے شک ہم اسی طرح نیکی کرنے والوں کو بدلہ دیتے ہیں۔

4-احسان اور جنت: احسان کرنے والوں کے لیے اللہ نے جنت کا بھی وعدہ فرمایا ہے۔

وَ اَعَدَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِىْ تَحْتَهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا .(9 التوبہ 100)

ان کے لیے باغات تیار کر رکھے ہیں کہ جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں ان میں ہمیشہ رہیں گے۔

5-بڑی کامیابی: احسان کرنے والوں کو جنت کا وعدہ دے کر ساتھ ہی یہ بھی فرما دیا گیا کہ:

ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ O(9 التوبہ 100)

یہ بڑی کامیابی ہے۔

6-اللہ کی رحمت: احسان کرنے والوں کو اللہ کی رحمت حاصل ہوتی ہے۔

اِنَّ رَحْمَتَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِيْنَO(7 الاعراف 56)

بے شک اللہ کی رحمت نیکی کرنے والوں سے قریب ہے۔

7-معاشی خوشحالی: جو بندہ دوسروں پر احسان کرتا ہے اللہ بھی اس پر احسان کرتے ہوئے اس کے رزق میں اضافہ فرما دیتے ہیں۔

وَ سَنَزِيْدُ الْمُحْسِنِيْنَ .(2 البقرہ 58)

اور ہم نیکی کرنے والوں کو زیادہ دیں گے۔

8-رضائے الٰہی کا حصول: احسان کا ایک بہت بڑا فائدہ یہ ہے کہ احسان کی وجہ سے بندے کو اللہ کی رضا حاصل ہوتی ہے اور ظاہر ہے کہ اللہ کی رضا سے بڑھ کر کوئی چیز نہیں ہے۔

وَ السّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَ الْاَنْصَارِ وَ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ لا رَّضِىَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَ رَضُوْا عَنْهُ (9التوبہ 100).

اور مہاجرین اور انصار میں سے جو تم سے پہلے قدیم ہیں اور وہ لوگ کہ جو احسان میں ان کی پیروی کرتے ہیں اللہ ان سے راضی ہوگیا اور وہ اس (اللہ) سے راضی ہوگئے۔

اجتماعی زندگی پر اثرات:

(اجتماعی فوائد و ثمرات یا اجتماعی ثمرات و نتائج اور افادیت)

1-دشمنی کا خاتمہ: احسان کرنے سے دشمن بھی دوست بن جاتے ہیں اور اس طرح اگر ایک معاشرہ کے افراد احسان کو اپنا لیں گے تو ان کی

دشمنیوں کا خاتمہ ہوگا۔

اِدْفَعْ بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ فَاِذَا الَّذِیْ بَیْنَکَ وَبَیْنَهٗ عَدَاوَةٌ كَاَنَّهٗ وَلِیٌّ حَمِیْمٌ .(41 حم السجدہ 34)

اس (اپنے دشمن) کو اس سے بہتر جواب دے (یعنی برائی کے مقابلہ میں بھلائی سے پیش آ۔) پھر وہ کہ تیرے اور اس کے درمیان عداوت ہے ایسے ہو جائے گا کہ گویا قریبی دوست ہو۔

2-الفت ومحبت: احسان کرنے سے آپس میں الفت ومحبت میں اضافہ ہوتا ہے کیونکہ جس سے احسان کیا جائے تو وہ شکر گزار اور ممنون ہوگا اور اس کے دل میں احسان کرنے والے کے لیے قدر ومنزلت اور احترام ہوگا۔

3-معاشرتی امن وسکون: جب معاشرے میں احسان کی روش عام ہوگی تو اس سے آپس کی دشمنیوں کا بھی خاتمہ ہوگا اور معاشرے میں امن وسکون کی فضا قائم ہوگی۔

4-معاشی مسائل کا خاتمہ: چونکہ احسان کرنے والوں کے ساتھ اللہ کا زیادہ دینے کا وعدہ ہے تو جس معاشرے میں احسان عام ہوگا اس میں رزق میں برکت ہوگی اور اس طرح اس معاشرے کے معاشی مسائل کا خاتمہ ہوگا۔

5-معاشرتی روابط میں ترقی: جس بندے سے احسان کیا جاتا ہے اس کے دل میں احسان کرنے والے کے لیے عزت واحترام پیدا ہوتا ہے اور وہ اس کے ساتھ اچھے تعلقات رکھنے کی کوشش کرتا ہے اس طرح آپس کے معاشرتی روابط میں ترقی پیدا ہوتی ہے۔

سوال: ثابت کیجئے کہ احسان کی روش اختیار کرنا ہی معاملات کا بہترین حل ہے نیز بتلایئے کہ سخت معاملات میں کس طرح احسان کیا جائے؟

جواب احسان: معاملات کا حل اور سخت معاملات میں احسان

احسان کی روش معاملات کا بہترین حل:

احسان کا مفہوم یہ ہے کہ کسی کو حق نہ ہونے کے باوجود دے دیا جائے یا اگر اس کا حق ہو تو حق کے علاوہ اسے کچھ زائد بھی دے دیا جائے۔ کسی بھی قسم کے جھگڑے وفساد کی صورت میں اگر ایک فریق دوسرے پر احسان کرتے ہوئے اسے اس کے حق سے کچھ زائد دینے پر یا اس کا حق نہ ہونے کے باوجود اسے دے دینے پر آمادہ ہو جائے گا تو دوسرا فریق کچھ مل جانے کی وجہ سے بھی اور اس کے حسن سلوک کی وجہ سے بھی راضی ہو جائے گا اور معاملہ اچھی طرح سے نبٹ جائے گا۔ لیکن اگر اس کے برعکس احسان نہ ہو تو ہر فریق اپنی اپنی بات پر ڈٹا رہے گا اور معاملہ طول پکڑتا جائے گا۔ نیز یہ بھی ہے کہ احسان کی روش سے آپس میں اخوت ومحبت میں اضافہ ہوتا ہے اور ایک دوسرے کے لیے نرم گوشہ پیدا ہوتا ہے اس وجہ سے بھی معاملات کے نبٹانے میں آسانی رہتی ہے۔

سخت معاملات میں احسان:

عام حالات میں احسان کرنا کوئی اتنا مشکل نہیں ہوتا لیکن اگر کچھ سخت قسم کے معاملات پیش آ جائیں تو احسان کی روش اختیار کرنا مشکل ہو جایا کرتا ہے مثلاً اگر آپس میں کوئی سخت جھگڑا ہو گیا ہے تو اب کسی بھی فریق کا جھک کر صلح کرنا اور احسان کی روش اختیار کرنا بہت مشکل ہو جاتا ہے کیونکہ دونوں فریق معاملے کو اپنی انا کا مسئلہ بنا لیتے ہیں اور یہ انا معاملے کو حل نہیں ہونے دیتی۔ لیکن ایسی صورت میں بھی بہر حال احسان کی روش کو اپنانا ہی معاملے کا بہترین حل ہوگا۔ اب یہاں کسی ایک فریق کو احسان پر آمادہ کرنے کا طریقہ یہ ہو سکتا ہے کہ اسے احسان کے دنیاوی واُخروی فوائد وثمرات سے آگاہ کرتے ہوئے اسے ذہنی طور پر احسان کے لیے تیار کیا جائے۔ احسان کے فوائد وثمرات کو اگر موثر انداز میں بیان کیا جائے تو کسی فریق کو احسان کے لیے تیار کرنا ممکن ہو سکتا ہے۔

سوال: عدل، احسان اور ایثار کا فرق واضح کیجئے۔

جواب

عدل، احسان اور ایثار

عدل، احسان اور ایثار کا مفہوم:

عدل، احسان اور ایثار کا فرق سمجھنے کے لیے ہمیں ان سب کے مفہوم پر غور کرنا ہوگا:

عدل کیا ہے؟: ہر ایک کو اس کے حق کے مطابق دینا، حتیٰ کہ خود اپنے آپ کو بھی اپنے حق کے مطابق دینا اور کسی کے یا اپنے حق میں کمی بیشی نہ کرنا عدل ہے۔

احسان کیا ہے؟ کسی کو اس کا حق نہ ہونے کے باوجود دینا یا حق ہونے پر حق سے زائد دینا احسان کہلاتا ہے۔

ایثار کیا ہے؟ خود اپنی ضرورت کے باوجود دوسرے کا احساس کرتے ہوئے اپنی چیز کسی دوسرے کو دینا ایثار ہے۔

عدل، احسان اور ایثار کا فرق:

عدل، احسان اور ایثار تینوں کا مفہوم سمجھ لینے کے بعد ان کا فرق خود بخود واضح ہو جاتا ہے کہ یوں سمجھئے کہ یہ تینوں ایک ہی سلسلے کی چیزیں ہیں لیکن عدل ان میں سے سب سے نیچے ہے کہ صرف کسی کے حق کے مطابق اس کو دے دیا جائے۔ یہ تو لازم اور ضروری ہے اور اگر عدل نہ کیا جائے بلکہ کسی کو اس کا حق نہ دیا جائے یا حق سے کم دیا جائے تو بندہ گناہگار اور اللہ کے ہاں جوابدہ ہوگا۔ احسان اس سے بڑھ کر ہے کہ کسی کا حق بھی اسے دیا جائے اور کچھ حق سے زیادہ بھی اسے دے دیا جائے۔ حق سے زیادہ دینے والے بندے پر لازم اور ضروری نہیں ہے لیکن اگر بندہ اس کا اہتمام کرے تو وہ اللہ کے ہاں پسندیدہ ہوگا اور اجر و ثواب کا مستحق ہوگا۔ ایثار اس سے بھی آگے بڑھ کر ہے۔ احسان کے ساتھ اگر یہ بات بھی شامل ہو جائے کہ کسی کے حق سے اسے زیادہ دیا جا رہا ہے یا حق نہ ہونے کے باوجود بندہ اسے دے رہا ہے اور یہ ایسی چیز تھی کہ جس کی بندے کو خود بھی ضرورت تھی لیکن اس نے اپنے آپ پر اپنے بھائی کو ترجیح دیتے ہوئے وہ چیز اپنے بھائی کو دے دی تو یہ ایثار ہے اور ظاہر ہے کہ اس قربانی کو اللہ بہت پسند فرماتے ہیں اور اس کا اجر و ثواب احسان سے بھی بڑھ کر ہے۔

سوال: خدمت خلق کا معنی و مفہوم اور اس کی اقسام اور مختلف صورتوں کی وضاحت کیجئے۔

☆ خدمت خلق کی مختلف صورتیں بیان کیجئے۔ (لاہور بورڈ 2006ء)

جواب

خدمت خلق: معنی و مفہوم، اقسام اور صورتیں

خدمت خلق کا معنی و مفہوم:

لغوی معنی: خدمت خلق کا لغوی معنی ہے مخلوق کی خدمت۔

اصطلاحی مفہوم: اصطلاح شریعت میں خدمت خلق سے مراد یہ ہے کہ کسی اجرت یا معاوضہ وغیرہ کے لالچ کے بغیر صرف اور صرف اللہ کی رضا کے حصول کے لیے اللہ کی مخلوق کے کام آنا اور مدد و اعانت کرنا۔ خیال رہے کہ اللہ کی مخلوق میں صرف انسان ہی شامل نہیں ہیں بلکہ تمام جاندار بلکہ غیر جاندار اشیاء بھی اللہ کی مخلوق میں شامل ہیں۔

خدمت خلق کی اقسام:

خدمت خلق چار طرح سے ہو سکتی ہے: بدنی خدمت، لسانی خدمت، مالی خدمت اور روحانی خدمت۔

1-بدنی خدمت: بدنی خدمت سے مراد یہ ہے کہ کسی کی اپنے ہاتھ سے مدد اور اس سے تعاون کیا جائے' مثلاً کسی کا سامان اٹھانے میں اس کی معاونت کر دینا' کسی کے کام میں اس کا ہاتھ بٹا دینا' اگر کوئی خود اپنی ضرورت کی چیز بازار سے لانے سے قاصر ہے تو اسے وہ چیز لا کر دے دینا وغیرہ۔ کسی تحریر وغیرہ کے ذریعے کسی کے کام آنا بھی اسی میں شامل ہے۔ علاوہ ازیں کسی جانور وغیرہ کو کسی مصیبت یا اذیت سے نجات دلانا بھی بدنی خدمت میں شامل ہے۔

2-لسانی خدمت: لسانی خدمت سے مراد یہ ہے کہ اپنی زبان اور بات چیت سے کسی کی مدد اور اس کے ساتھ تعاون کیا جائے' مثلاً کسی بےگناہ کے حق میں گواہی دینا' کسی کام کے سلسلہ میں کسی مستحق کی سفارش کرنا' کسی کے ساتھ تعاون کا کسی اور سے کہنا وغیرہ۔

3-مالی خدمت: مالی خدمت سے مراد یہ ہے کہ اپنے مال سے کسی کی مدد اور اس کے ساتھ تعاون کیا جائے' مثلاً کسی معذور کی مالی امداد کرنا' کسی غریب کا قرض اپنے پاس سے ادا کر دینا' کسی کی ضروریات کو اپنی جیب سے پورا کر دینا وغیرہ۔

4-روحانی خدمت: روحانی خدمت سے مراد یہ ہے کہ کسی کو سیدھی راہ کی ہدایت دینا اور اسے جہنم کے رستے سے بچا کر جنت کے رستے پر چلا دینا' کسی کو نیکی کی ترغیب دینا' کسی کو برائی سے روکنا وغیرہ۔ خواہ یہ تبلیغ زبانی اور قولی ہو اور خواہ بذریعہ تحریر ہو۔

خدمت خلق کی مختلف صورتیں:

خدمت خلق کی کئی صورتیں ہو سکتی ہیں۔ ذیل میں ہم ان میں سے صرف چند ایک کا ذکر کر رہے ہیں:

1-رفاہ عامہ کے امور: رفاہِ عامہ کے امور میں حصہ لینا خدمت خلق میں شامل ہے' مثلاً سکول' کالج وغیرہ کی تعمیر' ہسپتال بنانا' راستے اور سڑکیں بنانا اور پل وغیرہ کی تعمیر' پانی کی نکاسی کا انتظام کرنا' فراہمی آب کے ذرائع مثلاً کنویں' ٹیوب ویل وغیرہ بنانا' مساجد کی تعمیر اور کتب خانوں اور لائبریریوں کا قیام وغیرہ سب کچھ رفاہِ عامہ کے کاموں میں شامل ہے اور یہ سب کچھ خدمت خلق کے ذیل میں بھی آتا ہے۔

2- کمزوروں کی اعانت: کمزوروں اور ضعیفوں کی کسی طرح کی بھی امداد و اعانت کرنا بھی خدمت خلق میں شامل ہے۔ کمزوروں کے لفظ میں ہم غریب' فقیر' مسکین محتاج' یتیم' بیوہ' ضعیف اور خدام وغیرہ سب کو شامل کر رہے ہیں۔

3-لوگوں سے حسنِ سلوک: معاشرے کے تمام افراد سے عموماً اور والدین' اولاد' بہن بھائی' اقارب' ہمسایوں' مہمانوں وغیرہ سے خصوصاً حسن سلوک اور حسن معاملت بھی خدمت خلق میں شامل ہے۔

4-بیماروں کی عیادت: کسی مریض کی عیادت کرنا اور اسے تسلی و دلاسا دینا اور اگر اسے ضرورت ہو تو اس کے علاج اور خوراک وغیرہ کے سلسلہ میں اس کی معاونت کرنا بھی خدمت خلق کی ایک صورت ہے۔

5-اچھے کام کی سفارش: اگر خود خدمت خلق کے لیے عملی اقدام کرنے سے قاصر ہے تو کسی دوسرے کو خدمت خلق کے کسی کام کے لیے کہنا بھی خدمت خلق ہے۔

6- تکلیف دہ چیز کو راستے سے ہٹانا: اگر راستے میں کوئی تکلیف دہ چیز پڑی ہے کہ جس سے کسی کو اذیت پہنچنے کا اندیشہ ہے مثلاً کیلے کا چھلکا' کانٹے' پتھر' غلاظت وغیرہ تو اسے راستے سے ہٹانا بھی خدمت خلق میں شامل ہے۔

7- تبلیغ: دین حق کی تبلیغ اور کسی کو راہ ہدایت پر چلانے کی کوشش کرنا بھی خدمت خلق میں شامل ہے۔ اس میں تحریری و تقریری ہر قسم کی تبلیغ شامل ہے۔

8-جانوروں پر رحم: جانور بھی اللہ کی مخلوق میں شامل ہیں۔ اس لئے جانوروں پر رحم کرنا اور اگر کوئی جاندار کسی مصیبت و اذیت وغیرہ میں مبتلا ہے تو اسے اس مصیبت و اذیت سے نجات دلانا وغیرہ بھی خدمت خلق ہے۔

www.downloadclassnotes.com

سوال: خدمت خلق کی فضیلت و اہمیت پر جامع مضمون تحریر کیجئے۔

جواب

خدمت خلق کی فضیلت و اہمیت

شریعت اسلامیہ میں خدمت خلق نہایت اہم ہے۔ ذیل میں ہم شریعت اسلامیہ میں جو مختلف طرح سے خدمت خلق کو فضیلت و اہمیت حاصل ہے اس کو بیان کر رہے ہیں:

1- خدمت خلق از روئے قرآن: اس سلسلہ میں ہم یہاں صرف چند آیات قرآنیہ ذکر کر رہے ہیں:

☆ وَ افْعَلُوا الْخَيْرَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ .(22 الحج 77)
اور بھلائی (کے کام) کرو تاکہ تم فلاح پا جاؤ۔

☆ وَ تَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَ التَّقْوٰى .(5 المائدہ 2)
اور نیکی اور پرہیزگاری کے کاموں میں ایک دوسرے سے تعاون کرو۔

☆ وَ مَنْ يَّعْمَلْ مِنَ الصّٰلِحٰتِ وَ هُوَ مُؤْمِنٌ فَلَا يَخٰفُ ظُلْمًا وَّ لَا هَضْمًا .(20 طٰہٰ 112)
اور جس نے ایمان کی حالت میں کچھ بھلے کام کئے ہوں تو اسے بے انصافی یا نقصان کا کوئی ڈر نہیں۔

☆ اَرَءَيْتَ الَّذِيْ يُكَذِّبُ بِالدِّيْنِ O فَذٰلِكَ الَّذِيْ يَدُعُّ الْيَتِيْمَ O وَلَا يَحُضُّ عَلٰى طَعَامِ الْمِسْكِيْنِ O(107 الماعون 3-2-1)
کیا تو نے ایسے شخص کو دیکھا ہے کہ جو انصاف (کے دن) کو جھٹلاتا ہے؟ یہ وہی ہے کہ جو یتیم کو دھکے دیتا ہے اور مسکین کو کھانا کھلانے کی تاکید نہیں کرتا۔

☆ فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ .(99 الزلزال 7)
پس جس نے ذرہ برابر بھی نیکی کی ہوگی اسے دیکھ لے گا۔

2- خدمت خلق از روئے حدیث: اس سلسلہ میں ہم یہاں صرف چند احادیث نبویہ ذکر کر رہے ہیں:

☆ "جو اپنے بھائی کی حاجت کو پورا کرنے میں لگا ہوتا ہے اللہ اس کی حاجت کو پورا کر رہا ہوتا ہے اور جو کوئی کسی مسلمان سے کوئی تکلیف دور کرتا ہے اللہ اس کے لیے قیامت کے دن کی تکلیفوں میں سے کوئی تکلیف دور کر دیتا ہے اور جو کوئی کسی مسلمان کی پردہ پوشی کرتا ہے اللہ قیامت کے روز اس کی پردہ پوشی کرے گا۔"

☆ "مؤمن مؤمن کا آئینہ ہے اور مؤمن مؤمن کا بھائی ہے، وہ اس سے تکلیف دہ چیز کو ہٹاتا ہے اور اس کی غیر موجودگی میں اس (کے گھر وغیرہ) کی حفاظت کرتا ہے۔"

☆ "جس نے کسی مسلمان سے دنیا کی تکلیفوں میں سے کوئی تکلیف ہٹائی اللہ اس سے قیامت کے دن کی تکلیفوں میں سے کوئی تکلیف ہٹا دے گا اور جس نے کسی تنگ دست کے لیے آسانی کی اللہ اس کے لیے دنیا و آخرت میں آسانی کرے گا اور جس نے کسی مسلمان کی پردہ پوشی کی اللہ دنیا و آخرت میں اس کی پردہ پوشی کرے گا اور جب تک بندہ اپنے بھائی کی مدد میں لگا رہتا ہے اللہ بندے کی مدد میں لگا رہتا ہے۔"

☆ "لوگوں میں سے بہترین وہ ہے کہ جو لوگوں کے لیے زیادہ فائدہ پہنچانے والا ہے۔"

☆ "تمام مخلوق اللہ کا کنبہ ہے، پس اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ پسندیدہ وہ ہے جو اس کے کنبہ کے ساتھ احسان (بھلائی) کا معاملہ کرے۔"

3- خدمت خلق اور اسوۂ رسول ﷺ: حضور اکرم ﷺ ہمیشہ خدمت خلق میں مصروف رہے۔ خاص طور پر آپ ﷺ کا تبلیغ کا فریضہ سرانجام دینا خدمت خلق کی بہت بڑی مثال ہے۔ آپ ﷺ کمزوروں کی دستگیری فرماتے' یتیموں اور بیواؤں کی غمگساری فرماتے' اپنے پڑوسیوں کے اکثر کام خود کر دیا کرتے' بیماروں اور حتیٰ کہ اپنے اوپر کوڑا پھینکنے والوں کی بھی تیمارداری فرماتے۔ کسی کا کوئی کام رکا ہوا ہوتا تو آپ ﷺ اس کی مدد فرماتے۔ اراشی نامی ایک شخص نے ابوجہل کے ہاتھ کچھ اونٹ فروخت کیے لیکن ابوجہل قیمت ادا کرنے میں ٹال مٹول کرتا رہا۔ وہ آدمی سخت پریشان تھا' کئی قریشی سرداروں کے پاس گیا لیکن کسی نے بھی مدد نہ کی۔ وہ آدمی حضور اکرم ﷺ کے پاس حاضر ہوا' آپ ﷺ فوراً اس کے ہمراہ ہوئے اور ابوجہل سے رقم اسے دلوادی۔ دفاعِ مدینہ کے لیے خندق کھودنے کا معاملہ ہو یا تعمیر مسجد کا پروگرام' آپ ﷺ اپنے اصحابؓ کے ساتھ مل کر خود کام کرتے نظر آتے ہیں۔ ایک بڑھیا کو سامان اٹھا کر مشکل سے جاتے دیکھا تو خود سامان اٹھا کر منزل پر پہنچا دیا۔ حضور اکرم ﷺ جب پہلی وحی پر گھبرا کر گھر پہنچے تو حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ نے آپ ﷺ کو ان الفاظ میں تسلی دی تھی کہ:

"اللہ کی قسم! اللہ آپ کو کبھی رسوا نہیں کرے گا۔ کیونکہ آپ صلہ رحمی کرتے ہیں اور مہمانوں کی میزبانی کرتے ہیں اور درمندوں کا بوجھ اٹھاتے ہیں اور تہی دستوں کا بندوبست کرتے ہیں اور حق کے مصائب پر اعانت کرتے ہیں۔"

حضرت ہندؓ بن ابوہالہ نے ایک دفعہ آپ ﷺ کے اوصاف گنواتے ہوئے فرمایا تھا کہ:

"آپ ﷺ اپنے اصحاب کی خبر گیری کرتے اور لوگوں کے حالات دریافت فرمایا کرتے تھے۔"

4- اسوۂ صحابہؓ: صحابہ کرامؓ بھی خدمت خلق میں پیش پیش رہا کرتے۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ لوگوں کی بکریوں کا دودھ دوہ دیا کرتے' حضرت عمر فاروقؓ راتوں کو گشت کیا کرتے اور ضرورتمندوں کی ضروریات کا خیال رکھا کرتے۔ ایک دفعہ ایک گھر سے بچوں کے بھوک سے بلکنے کی آوازیں سنیں اور دریافت احوال سے معلوم ہوا کہ گھر میں کھانے کے لیے کچھ نہیں ہے تو بیت المال سے راشن کی بوری خود اٹھا کر ان کے گھر پہنچائی۔ حضرت عثمانؓ نے اپنی ساری دولت خدمت خلق کے کاموں میں صرف فرما دی۔ قحط کے ایام میں لوگوں کو غلہ مہیا کرنے کا مسئلہ ہو یا مسجد نبوی میں توسیع کے لیے جگہ خریدنے کا مسئلہ' لوگوں کے پینے کے پانی کے لیے کنواں خریدنا ہو یا لشکر اسلام کے اسلحہ و دیگر سامان کا انتظام' ہر معاملے میں حضرت عثمانؓ ہمیں آگے آگے نظر آتے ہیں۔ حضرت علیؓ خود پانی اور کھجور سے روزہ افطار کر لیتے ہیں اور کھانا فقیر کو دے دیتے ہیں۔ یہ سب خدمت خلق کی بہترین مثالیں ہیں۔ علاوہ ازیں خلفائے راشدین کو رفاہِ عامہ کے سلسلہ کی کوششیں اور اصلاحات ان کی خدمت خلق کی بہترین مثال ہیں۔

5- معاشرتی و فطری ضرورت: خدمت خلق اس لحاظ سے بھی اہم و افضل ہے کہ یہ ایک معاشرتی و فطری ضرورت ہے۔ ایک معاشرے میں رہتے ہوئے انسان ایک دوسرے کے ساتھ تعاون ہی سے وقت گزار سکتا ہے۔ یہ ایک فطری سی بات ہے کہ معاشرے میں رہتے ہوئے نہ وہ خود اپنے تمام کام بغیر کسی کی مدد کے کر سکتا ہے اور نہ ہی دوسرے لوگ اس کی مدد اور تعاون سے یکسر بے نیاز ہو سکتے ہیں' بلکہ ہر ایک کو خود بھی دوسروں کی مدد لینا پڑتی ہے اور دوسروں کا بھی کسی نہ کسی حد تک خیال رکھنا پڑتا ہے۔

6- سخت سزا: اسلام میں خدمت خلق کی فضیلت و اہمیت اس بات سے بھی ظاہر ہوتی ہے کہ خدمت خلق کے سلسلے کے مختلف کاموں کے نہ کرنے والوں کا ذکر کر کے انہیں سخت سزائیں دینے کا ذکر کیا گیا ہے۔ ظاہر ہے کہ خدمت خلق اہم و افضل ہے' اسی لئے خدمت خلق کے امور سرانجام نہ دینے والوں کے لیے سزاؤں کا ذکر کیا گیا ہے۔

يَتَسَآءَلُوْنَ ۝ عَنِ الْمُجْرِمِيْنَ ۝ مَا سَلَكَكُمْ فِيْ سَقَرَ ۝ قَالُوْا لَمْ نَكُ مِنَ الْمُصَلِّيْنَ ۝ وَلَمْ نَكُ نُطْعِمُ الْمِسْكِيْنَ ۝ (74 المدثر 40 تا 44)

پوچھتے ہوں گے، گناہگاروں سے: تمہیں کس چیز نے جہنم میں پہنچا دیا؟ کہیں گے: ہم نمازیوں میں سے نہیں تھے اور ہم مسکینوں کو کھانا نہیں کھلاتے تھے۔

7- مالی عبادات کی اصل روح: خدمتِ خلق اس لحاظ سے بھی اہم و افضل ہے کہ یہ اسلام کی مالی عبادات کی اصل روح ہے، مثلاً زکوٰۃ غریبوں وغیرہ کی مالی اعانت کے لیے ہے اور ظاہر ہے کہ کسی غریب کی مالی اعانت کرنا خدمتِ خلق ہی ہے۔

سوال: **خدمت خلق کے انسان کی انفرادی و اجتماعی زندگی پر اثرات کا جائزہ لیجئے۔**

☆ **خدمت خلق کے فوائد و ثمرات تحریر کیجئے۔**

☆ **خدمت خلق کے ثمرات و نتائج اور اس کی افادیت پر بحث کیجئے۔**

☆ **اسلامی معاشرے میں خدمت خلق کے فوائد تحریر کریں۔** (ملتان بورڈ 2012ء)

جواب

خدمت خلق کے انسانی زندگی پر اثرات

(فوائد، ثمرات، نتائج، افادیت)

شریعت اسلامیہ میں خدمت خلق کو ایک نہایت اہم مقام حاصل ہے۔ ذیل میں ہم انسان کی انفرادی اور اجتماعی زندگی پر خدمت خلق کے اثرات کا جائزہ لے رہے ہیں۔ خدمت خلق کے انسانی زندگی پر ان اثرات کو ہم خدمت خلق کے فوائد و ثمرات یا خدمت خلق کے ثمرات و نتائج اور اس کی افادیت کا نام بھی دے سکتے ہیں۔

انفرادی زندگی پر اثرات:

(انفرادی فوائد و ثمرات یا انفرادی ثمرات و نتائج اور افادیت)

1- اللہ کی محبت: خدمت خلق کرنے والے کو اللہ کی محبت حاصل ہوتی ہے۔ حضور اکرم ﷺ کا ارشاد ہے کہ:

''تمام مخلوق اللہ کا کنبہ ہے، پس اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ پسندیدہ وہ ہے جو اس کے کنبہ کے ساتھ احسان (بھلائی) کا معاملہ کرے۔''

2- اللہ کی نصرت و مدد: خدمت خلق کو اپنانے والے کو اللہ کی نصرت و مدد بھی حاصل ہوتی ہے۔ فرمان رسالت مآب ﷺ ہے کہ:

''جب تک بندہ اپنے بھائی کی مدد میں لگا رہتا ہے اللہ بندے کی مدد میں لگا رہتا ہے۔''

3- اللہ کی طرف سے حاجت روائی: جو بندہ دوسروں کی حاجتیں اور ضرورتیں پوری کرنے میں مصروف ہو اللہ اُس کی حاجتیں اور ضرورتیں پوری فرماتے ہیں۔ رحمت عالم ﷺ نے فرمایا:

''جو اپنے بھائی کی حاجت کو پورا کرنے میں لگا ہوتا ہے اللہ اس کی حاجت کو پورا کر رہا ہوتا ہے۔''

4- خیر الناس: خدمت خلق کرنے والے کو لوگوں میں سے بہترین فرمایا گیا ہے۔ ارشاد نبوی ﷺ ہے کہ:

''لوگوں میں سے بہترین وہ ہے کہ جو لوگوں کے لیے زیادہ فائدہ پہنچانے والا ہے۔''

5- فلاح: خدمت خلق کرنے والے کو فلاح حاصل ہوتی ہے۔

☆ وَ افْعَلُوا الْخَيْرَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۝ (22 الحج 77)

اور بھلائی (کے کام) کرو تاکہ تم فلاح پا جاؤ۔

6-اجر و ثواب: خدمت خلق کرنے والے کی چھوٹی سے چھوٹی نیکی لکھی جا رہی ہے اور قیامت کے روز وہ اپنے ہر عمل کو اور اس کے اجر کو دیکھ لے گا۔

☆ فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ O(99 الزلزال 7)
پس جس نے ذرہ برابر بھی نیکی کی ہوگی اسے دیکھ لے گا۔

7-روحانی سکون: خدمت خلق کرنے والے کو روحانی سکون اور قلبی اطمینان حاصل ہوتا ہے۔ اسے دوسروں کے کام آ کر ایک دلی خوشی حاصل ہوتی ہے۔

8-رضائے الٰہی کا حصول: خدمت خلق کا ایک بہت بڑا فائدہ یہ ہے کہ خدمت خلق کی وجہ سے بندے کو اللہ کی رضا حاصل ہوتی ہے اور ظاہر ہے کہ اللہ کی رضا سے بڑھ کر کوئی چیز نہیں ہے۔

اجتماعی زندگی پر اثرات:

(اجتماعی فوائد و ثمرات یا اجتماعی ثمرات و نتائج اور افادیت)

1-اخوت و محبت: خدمت خلق سے معاشرے میں ایک دوسرے کے ساتھ پیار و محبت میں اضافہ ہوتا ہے اور اخوت و بھائی چارے کی فضا قائم ہوتی ہے۔

2-دشمنیوں کا خاتمہ: خدمت خلق سے آپس کی عداوتوں اور دشمنیوں کا بھی خاتمہ ہوتا ہے' کیونکہ جب ایک بندہ دوسرے کے کام آتا ہے تو دوسرے کے دل میں اگر اس کے لیے کوئی دشمنی یا عناد تھا تو وہ اس کی خوش خلقی کے باعث ختم ہو جائے گا۔

3-معاشرتی امن: جب معاشرے میں اخوت و محبت کے جذبات پروان چڑھیں گے اور آپس کی عداوتوں اور دشمنیوں کا خاتمہ ہوگا تو اس سے معاشرے میں امن و سکون کی فضا قائم ہوگی۔

4-معاشرتی روابط میں ترقی: آپس میں اخوت و محبت کی وجہ سے آپس میں میل جول بڑھے گا اور اس طرح معاشرتی روابط میں ترقی پیدا ہوگی۔

5-قومی ترقی: جب معاشرے کے تمام افراد خدمت خلق کا جذبہ رکھتے ہوں گے تو وہ ایک دوسرے سے تعاون کریں گے اور اس طرح مشکل معاملات بھی خوش اسلوبی سے طے ہوتے جائیں گے اور قومی ترقی میں بھی اضافہ ہوگا۔

6-معاشرتی حسن و خوبصورتی: آپس کی اخوت و محبت' دشمنیوں کے خاتمے' معاشرتی امن و سکون' معاشرتی روابط میں ترقی اور قومی ترقی کی وجہ سے یہ معاشرہ ایک خوبصورت اور مثالی معاشرہ بن جائے گا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

www.downloadclassnotes.com